موجِ غزل

کتابی سلسلہ نمبر ۱۷۲

فیس بک عالمی ادبی گروپ موجِ غزل کے "پابند ردیف مشاعرہ" رنگ کے تحت
منعقدہ مشاعرہ نمبر ۲۱۷ بتاریخ ۳ اگست ۲۰۱۹ء پر مبنی برقی کتاب

گروپ منتظمین:
ہاشم علی خان ہمدم
نوید ظفر کیانی
روبینہ شاہین بینا
نادیہ سحر
قدسیہ ظہور

مرتبہ:
نوید ظفر کیانی

mudeer.ai.new@gmail.com

ترتیب

دیوان

''الف'' سے ''ے'' تک حروفِ تہجی بنیادی آوازوں کی علامات ہیں۔جن پر لفظ در لفظ اردو زبان کی عمارت استوار ہے۔ہر حرف اپنا منفرد صوتی آہنگ رکھتا ہے جو شعریت اور موسیقیت کے خوب صورت ردھم کی بنیاد ہے۔حرف در حرف الفاظ جنم لیتے ہیں جن کا تلفظ باوزن شعر کا میزان ہے۔تلفظ سے آگاہی علم عروض کی بنیاد ہے۔باوزن مصرع ہی مترنم آہنگ اور موسیقیت رکھتا ہے۔

کلاسیکی ادبی روایت میں صاحب دیوان شعرا کو مستند گردانا جاتا ہے۔غزلیات کے مجموعہ ''دیوان'' کی اصطلاح کلاسیکی ادبی اصطلاح ہے۔دیوان میں شامل غزلیات کی ردیف کے آخری حرف کی بنیاد پر ترتیب تہجی کا خیال رکھا جاتا ہے۔مکمل ترین دیوان میں تمام حروف تہجی پہ ختم ہونے والی ردیف کی حامل غزلیات شامل ہوتی ہیں۔ولی دکنی کو پہلا صاحب دیوان اردو غزل گو سمجھا جاتا ہے۔کلاسیکی دور کا ہر اہم شاعر صاحبِ دیوان ہوا۔کئی شعرا نے ایک سے زائد دیوان مرتب کیے۔دیوان درد، دیوان میر، دیوان غالب، دیوان آتش، دیوان مومن اور دیوان داغ کی شہرت عالم گیر ہے۔دور جدید میں منصور آفاق کے ''دیوان منصور'' نے مقبولیت حاصل کی ہے۔

موج غزل عالمی مشاعرہ غیر طرحی پابند حرفی ردیف رنگ ''دیوان'' کی روایت کو جدت کے ساتھ نبھاتے ہوئے اپنا سفر طے کر رہا ہے۔اب تک ''الف'' سے ''ن'' تک حروفِ تہجی کی ردیف پر اہلِ موجِ غزل اپنی تازہ زمین میں غزلیات

کہہ چکے ہیں۔ ان شاء اللہ دسمبر تک کم از کم تیس مستقل اہلِ موجِ غزل تمام حروف تہجی کی ردیف پر غزل کہتے ہوئے صاحبِ دیوان ہو جائیں گے۔ جن کے مختصر دیوان پر مشتمل برقی کتب شائع کی جائیں گی۔

میں تمام منتظمین اور میزبان شعرا و شاعرات کا بہت شکر گزار ہوں جن کی محنت سے موجِ غزل ترقی کی منازل طے کر رہا ہے۔ پچھلے مشاعرہ کی برقی کتاب کی ضخامت ۲۲۵ صفحات پر محیط رہی۔ جس میں ۶۶ شعرائے کرام کا تعارف اور ان کی غزلیات شاملِ ہیں۔ میں اس کامیابی پر سب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

خاص طور پر نوید ظفر کیانی صاحب اور روبینہ شاہین بینا صاحبہ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں جنہوں نے شب و روز محنت سے کلام کی کتابت اور تزئین و آرائش کا عمل مکمل کیا۔ نادیہ سحر، قدسیہ ظہور، شہناز رضوی، جیا قریشی، نور جمشید پوری، دلشاد نسیم، عرفان قادر، محمد رضا نقشبندی اور دیگر مستقل میزبان و مہمان شعرا کا ممنون ہوں جو بہت محبت اور خلوص سے موج غزل کے تخلیقی و تعمیری عمل میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔

دیوان کے تخلیقی سفر پر رواں دواں شعرا کی کہی ہوئی خوب صورت غزلیات پر مشتمل گلدستہ برقی کتاب کی شکل میں حاضر ہے۔ تمام اہلِ ادب کی محبتوں کے نام۔ سلامت رہیں۔

ناصر علی خان نشتر

بانی منتظم موج غزل ادبی فورم

احمد علی برقی اعظمی

نام احمد علی، تخلص برقی اعظمی، تعلیم ایم اے اردو، فارسی اور فارسی زبان و ادب میں پی ایچ ڈی۔ آل انڈیا ریڈیو پر مترجم و فارسی اناؤنسر رہے ہیں۔ فی الحال ریٹائرمنٹ کی زندگی گزار رہے ہیں۔ نئی دہلی، بھارت میں مقیم ہیں۔ شاعری کی ابتدا سنِ شعور سے ہی ساتھ ہولی تھی۔ اصنافِ سخن میں نظم و غزل ابلاغ کے اظہار کا محبوب ذریعہ ہے۔ ایک شعری مجموعہ ''روحِ سخن'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ ایک شعری مجموعہ ''محشرِ خیال'' کے عنوان سے ابھی زیرِ ترتیب ہے۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ؎

نہ ہو جو قاری و سامع پہ کچھ اثر انداز
فریبِ محض ہے برقیؔ وہ شاعری کیا ہے

غزل

کون ہے کس کا یہ پیغام ہے کیا عرض کروں
زندگی نامۂ گمنام ہے، کیا عرض کروں

دے کے وہ دعوتِ نظارہ جہاں پھر نہ ملا
یہ وہی جلوہ گہہِ عام ہے کیا عرض کروں

زندگی اُس نے بدل کر مری رکھ دی ایسی
نہ مجھے چین نہ آرام ہے کیا عرض کروں

حسرت و یاس کا مسکن ہے مرا خانۂ دل
سونا سونا یہ درو بام ہے کیا عرض کروں

آگے پیچھے ہے مرے ایک مصائب کا ہجوم
آج ناکامی بہرگام ہے کیا عرض کروں

میری قسمت میں لکھی تشنہ لبی ہے شاید
اُس کے ہاتھوں میں بھرا جام ہے کیا عرض کروں

جب سے وہ خانہ برانداز ہے سرگرمِ عمل
جس طرف دیکھئے کہرام ہے کیا عرض کروں

صبحِ اُمید کب آئے گی نہ جانے برقیؔ
مُضطرب دل یہ سرِ شام ہے کیا عرض کروں

غزل

طرزِ عمل سے ان کے ہیں بیزار کیا کریں
ہوتے نہیں وہ خواب سے بیدار کیا کریں

آپس میں ہیں جو برسرِ پیکار کیا کریں
کھائیں نہ وقت کی وہ اگر مار کیا کریں

مہر و وفا ہیں قصۂ پارینہ اِن دنوں
ہیں مصلحت پسند سبھی یار کیا کریں

حق نمک کی فرض ہے اُن پر ادائیگی
غیروں کے ہیں جو حاشیہ بردار کیا کریں

افسانۂ حیات کا عنواں ہے خونچکاں
خونبار جب ہوں جُبہ و دستار کیا کریں

بازارِ شاعری میں ترنم کی دھوم ہے
فن کے نہ قدرداں ہوں تو فنکار کیا کریں

برقیؔ ستم ظریفیِ حالات دیکھ کر
ایسے میں پڑھ کے صبح کا اخبار کیا کریں

غنچے چمن میں آج ہیں یہ سر بریدہ کیوں
گل پیرہن ہیں باغ میں دامن دریدہ کیوں

آتا مجھے نظر ہے یہ رنگِ پریدہ کیوں
ہیں قید و بند میں یہ گلِ نارسیدہ کیوں

یہ کون باغباں ہے یہ کیسا نظام ہے
بارِ الم سے برگ و شجر ہیں خمیدہ کیوں

گلہائے رنگا رنگ سے زینت چمن کی ہے
گل میرے بوستاں کے ہیں آفت رسیدہ کیوں

جمہوریت میں سب کے مساوی حقوق ہیں
میں کیوں ستم زدہ ہوں وہ ہیں برگزیدہ کیوں

برقیؔ تمھیں بتاؤ کریں کس سے بازپرس
مُرغانِ خوشنوا ہیں یہاں آبدیدہ کیوں

غزل

گلبدن، غُنچہ دہن، سروِ خراماں جاناں
سر سے پا تک ہے ترا حُسن نمایاں جاناں

دُرِ دنداں سے خجل دُرِ عدن ہے تیرے
روئے انور ہے ترا لعلِ بدخشاں جاناں

چشمِ میگوں سے ہے سرشار یہ پیمانۂ دل
روح پرور ہے فروغِ رُخِ تاباں جاناں

دیکھ کر بھول گیا تجھ کو سبھی رنج و الم
سر بسر تو ہے علاجِ غمِ دوراں جاناں

تیرہ و تار تھا کاشانۂ دل تیرے بغیر
رُخِ زیبا ہے ترا شمعِ شبستاں جاناں

لوٹ آئی ہے ترے آنے سے اب فصلِ بہار
تھا خزاں دیدہ مرے دل کا گلستاں جاناں

ہیچ ہیں سامنے تیرے یہ حسینانِ جہاں
میری نظروں میں ہے تو رشکِ نگاراں جاناں

کچھ نہیں دل میں مرے تھوک دے غصہ تو بھی
میں بھی نادم ہوں اگر تو ہے پشیماں جاناں

موجِ طوفانِ حوادث سے گذر جاؤں گا
کشتیء دل ہے یہ پروردۂ طوفاں جاناں

تو ہی ہے خواب کی تعبیرِ مجسم میرے
ماہِ تاباں کی طرح جو ہے درخشاں جاناں

یہ مرا رنگِ تغزل ہے تصدق تجھ پر
سازِ ہستی ہے مرا تجھ سے غزلخواں جاناں

ہے کہاں طبعِ رسا میری کہاں رنگِ فرازؔ
یہ جسارت ہے مری جو ہوں غزلخواں جاناں

روح فرسا ہے جدائی کا تصور برقیؔ
"دل پکارے ہی چلا جاتا ہے جاناں جاناں"

غزل

آ جا تجھ کو خانۂ دل میں اپنا بناؤں گا مہمان
حسرتِ دید کی تیری پیاسی یہ آنکھیں ہیں میری جان

چاروں طرف ہے اک سناٹا کوچہ بھی سنسان
جب سے گیا ہے چھوڑ کے اس کو خانۂ دل ہے یہ ویران

میں نے کہا ہے جو کچھ تجھ سے ہے وہ مرے دل کی آواز
تجھ پہ تصدق ہے یہ متاعِ شوق مری تو مان نہ مان

وعدۂ فردا کر کے نہ آیا فرشِ راہ تھے دیدہ و دل
میں یہ سمجھنے سے ہوں قاصر جان کے بھی کیوں ہے انجان

صفحۂ دل پر اب بھی ہیں موجود تری یادوں کے نقوش
دیکھ کے تیرا روئے زیبا آجاتی تھی جان میں میں جان

جوشِ جنوں میں اب بھی ہے مجھ کو حدِ ادب کا پاس ولحاظ
تیرا خیالِ خام ہے یہ جو مجھ کو سمجھتا ہے نادان

عصری ادب کے سبھی عناصر کو رکھتا ہے وہ ملحوظ
عہدِ رواں میں احمد علی برقی کی الگ ہے اک پہچان

اسامہ بابر

نام اسامہ بابر، تخلص بابر۔ تعلیم ابھی میٹرک تک ہے۔ تعلق ضلع عمرکوٹ سے ہے لیکن رہائش پذیر کنری میں ہیں۔ لڑکپن نہیں بلکہ بچپن سے مزاج شاعرانہ ہے۔ باقاعدہ شاعری کا آغاز ۲۰۱۶ء سے کیا۔ تادمِ تحریر کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی تاہم اِتنا مواد اکٹھا ہو گیا ہے کہ کتاب شائع ہو سکے۔ اِن شاء اللہ اس ضمن میں جلد ہی کوئی خبر ملے گی۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے:

ممکن ہے میری عید ہو
اِس بار تیری دید ہو

ماں

اُن آنکھوں کا ایک تارہ ہوں
واقعی ماں کا میں دلارا ہوں

جو بھی ہوں اور جیسا بھی ہوں میں
اُن کو سارے جہاں سے پیارا ہوں

پالا پوسا ، بڑا کیا جس نے
اب اُنہیں کا ہی تو سہارا ہوں

مجھ کو اپنائے کس میں ہے توفیق
میں تمہارا تھا، میں تمہارا ہوں

ایک دکھ درد کا سمندر ہے
اس کا اِک آخری کنارہ ہوں

جب مرے پاس گود ہے ماں کی
کون کہتا ہے کہ بنجارا ہوں

کوئی دکھ جو دے جلا دوں گا
ایک جلتا ہوا شرارہ ہوں

اعجاز کشمیری

نام اعجاز کشمیری، تخلص اعجاز، پی ایچ ڈی میں زیرِ تعلیم ہیں۔ تا حال کسی پیشے سے منسلک نہیں ہوئے۔ تعلق بھمبر آزاد کشمیر سے ہے تاہم فی الحال چین کے شہر ینگچو میں مقیم ہیں۔ شاعری کی ابتدا دوسری جماعت سے کر دی تھی۔ شاعری میں جن اصناف سخن میں طبع آزمائی کی، اُن میں غزل، نظم، قطعات وغیرہ شامل ہیں۔ سحرِ دوپٹہ کے نام سے ایک تصنیف زیرِ طبع ہے۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ۔

سمجھا ہے قاری شعر دو سطریں ہیں اور کچھ بھی نہیں
لکھنے میں کتنا خُوں جلا ہے اُس کو اِس کی کیا خبر

ای میل ایڈریس: drijazi@gmail.com

غزل

نہیں ہے گل، کوئی صحرا ہے مجھ میں
مجھے تو نے کہاں دیکھا ہے مجھ میں

جو پہلے تھا وہی ہوں اب بھی پیارے
لباسِ دل کہاں بدلا ہے مجھ میں

کرو نہ بات اب مجھ سے وفا کی
کہ درد و غم کی اِک دنیا ہے مجھ میں

یوں میری جستجو میں خوار کیوں ہے
محبت کی او ماری! کیا ہے مجھ میں

میں اپنی زندگی جیتا کہاں ہوں
یہ سمجھوتے ہیں، بس ایذا ہے مجھ میں

بس اِک جاں ہے سو وہ بھی جاں کہاں ہے
تجھے کیا دوں، بچا ہی کیا ہے مجھ میں

جسے اعجاز کہتی تھی، نہیں ہے
مگر کوئی مرے جیسا ہے مجھ میں

نام انصاری عبدالقادر قادری، تخلص ہمدمؔ۔ بی اے کیا ہوا ہے۔ درزی کے پیشے سے منسلک ہیں۔ گونڈہ، اُتر پردیش، الہند سے تعلق ہے اور وہیں رہائش پذیر ہیں۔ شاعری کی شروعات ۲۰۱۸ء کو ہوئی جو ہنوز پورے شد و مد سے جاری و ساری ہے۔ اصنافِ سخن میں نعت اور غزل کہنے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ تا حال کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی اور نہ ہی مستقبلِ قریب میں اس کا احتمال ہے۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے؎

عشق آسان ہے مگر سُن لے
عشق کی تشنگی سے آگے سوچ

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

مرے آقا ﷺ مولیٰ کا روضہ ہے روشن
مدینے کا ہر ذرہ ذرہ ہے روشن

جو عشقِ نبی ﷺ میں فنا ہو گیا ہے
وہی فی زمانہ دوانہ ہے روشن

قیامت میں آقا ﷺ شفاعت کریں گے
یہ ہم سُنّیوں کا عقیدہ ہے روشن

یقیناً یہ صدقہ ہے پیارے نبی ﷺ کا
جدھر دیکھو نوری گھرانہ ہے روشن

قمرؔ پر پہنچ کر یہی تم کہو گے
منور ہے کعبہ مدینہ ہے روشن

ہٹا کر کے دیکھو تعصّب کا چشمہ
مرے اعلیٰ حضرت کا رتبہ ہے روشن

اے ہمدمؔ ادا جو ہوا کربلا میں
حسین ابنِ حیدر کا سجدہ ہے روشن

جسے میرے آقا ﷺ سے نسبت ہے ہمدمؔ
مقدر کا اس کے ستارہ ہے روشن

نام بشارت، تخلص سکھیsakhi، پولیٹیکل سائینس میں ایم۔اے مع بی ایڈ کر رکھا ہے۔درس و تدریس سے وابستہ رہی ہیں۔فرینکفرٹ، جرمنی میں رہائش پذیر ہیں۔شاعری کی ابتداء انتہائی نوعمری یعنی آٹھویں جماعت سے ہی کر دی تھی۔اصناف سخن میں اظہارِ ذات کے لئے پسندیدہ اصناف غزل اور نظم ہیں۔تصنیف ابھی کوئی نہیں ہے۔اِن کا نمائندہ شعر ہے ؎

تو میری روح کے ساغر میں ایسے اترا ہے
سیلانِ جان یہ سمجھے تیرے حصار میں ہوں

ای میل bshrt@hotmail.de

دیا امید کا ہم بھی جلائے بیٹھے ہیں
کہ تیرے پیار میں دنیا بھلائے بیٹھے ہیں

ہوائیں ہو رہیں بے کل جسے بجھانے کو
وہی چراغ تو دل میں جلائے بیٹھے ہیں

چالاکیاں نہ ہمیں آ سکیں زمانے کی
لٹائے جان و دلم دھوکہ کھائے بیٹھے ہیں

ہزار زخم سہے پھر بھی لب پہ شکوہ نہیں
کہ ہم تو اپنوں کی رنجش بھلائے بیٹھے ہیں

تھی آرزو تیرے دل کا قرار ہم ہوتے
اِسی امید کا شجر دل میں اگائے بیٹھے ہیں

سمجھ نہ پائی سبب تیری بے رخی کا سکھی
نگاہ یار میں تہمت اٹھائے بیٹھے ہیں

بشریٰ خلیل

نام بشریٰ خلیل، تخلص بشریٰؔ۔ ایم اے، بی ایڈ کیا ہوا ہے۔ درس و تدریس سے وابستہ رہی ہیں اور اقراء آرمی پبلک سکول اینڈ کالج، کوئٹہ میں ہیڈ مسٹریس رہی ہیں، اب ریٹائرزندگی گزار رہی ہیں۔ ساہیوال سے تعلق ہے تاہم عمر کا ایک بڑا حصہ کوئٹہ میں گزرا، چیچہ وطنی، ساہیوال میں مقیم ہیں۔ باقائدہ لکھنے کی ابتداء کالج کی ادبی تنظیم سے ہوا، ملازمت کے دوران سکول کے طلباء و طالبات کے لئے بہت سے خاکے اور نغمے لکھے۔ پی ٹی وی کے بچوں کے پروگرام ''کونپلیں'' میں بچوں کے لئے لکھا۔ مختلف اخبارات میں لکھا۔ اُردو اور پنجابی میں حمد، نعت، غزل، نظم اور گیت لکھنا پسند کرتی ہیں۔ نمائندہ شعر ہے ؎

جس میں تہذیب مری دفن ہوئی
میں اُسی قبر کی مجاور ہوں

غزل

پچھلے تعلقات کی پرچھائیاں تو ہوں
گر تُو نہیں تو ساتھ یہ رسوائیاں تو ہوں

تسلیم کر لیا ہے رقیبوں کا ساتھ بھی
لیکن خیالِ یار میں تنہائیاں تو ہوں

تصویرِ عشق میں نہ ہوں رنگوں کے سلسلے
پر ہجر اور وصال کی رعنائیاں تو ہوں

اپنی انا کی جنگ میں حد سے گزر گئے
اب لوٹنے کے واسطے پسپائیاں تو ہوں

جی بھر کے جشنِ مرگِ محبت منایئے
زخمِ جگر کی انجمن آرائیاں تو ہوں

موسم کا حال، میری طبیعت کو چھوڑیئے
کچھ گفتگو میں آپ کی گہرائیاں تو ہوں

پڑھ لے کوئی نوشتۂ دیوار اے خدا !
اندھوں کے شہر میں کہیں بینائیاں تو ہوں

چپ چاپ سارے فیصلے تسلیم کیجیے
یوں منصفوں کی حوصلہ افزائیاں تو ہوں

بشریٰ سعید عاطف

نام بشریٰ سعید عاطف، تخلص بشریٰ۔ سیاسیات میں ایم اے کیا ہوا ہے۔ دینی کتب کا مطالعہ اور شعروشاعری سے خاص لگاؤ ہے۔ فرینکفرٹ، جرمنی میں رہائش پذیر ہیں۔ کسی قسم کی کوئی ملازمت نہیں کرتیں ہاں البتہ سماجی وانسانیت کی خدمت کے کام میں منہمک رہتی ہیں۔ شاعری کا آغاز ۲۰۱۷ء میں کیا جس کا سلسلہ تاحال جاری وساری ہے۔ پسندیدہ اصنافِ سخن میں حمد، نعت، غزل میں خامہ فرسائی کرنا پسند فرماتی ہیں، تاحال کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے

خزاں کا نام ونشاں بھی نظر نہ آئے کبھی
قدم قدم پہ خدا خوشیوں کی پھوار کرے

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

آپ ﷺ کی یاد میں جو آنکھ کو نم کرتے ہیں
دُور دنیا کا ہر اِک رنج و الم کرتے ہیں

کام انمول ہے جو اہلِ قلم کرتے ہیں
اُن ﷺ کی مدحت سبھی یہ لوح و قلم کرتے ہیں

ہم تو اُس وقت بھی پڑھتے ہیں درود آقا ﷺ پر
نعت اشکوں سے وضو کر کے رقم کرتے ہیں

ذکر سے اُن ﷺ کے معطر ہوئی راتیں اپنی
جب بھی خوابوں میں سفر سوئے حرم کرتے ہیں

ہر گھڑی تر ہے زباں صلی علیٰ سے اپنی
سیرتِ طیبہ ﷺ پہ سر اپنا یہ خم کرتے ہیں

فیض کے منتظر سب آپ ﷺ کے عربی عجمی
ہر کسی پر وہ ﷺ سدا نظرِ کرم کرتے ہیں

نعت بشریٰ کی ہو مقبولِ ترے در پہ سدا
اُس کے حق میں یہ دعاء شاہِ امم ﷺ کرتے ہیں

تاج رسول

نام تاج رسول، تخلص طاہرؔ۔ بی اے کیا ہوا ہے۔ ملازمت کرتے رہے ہیں اور اب ریٹائر زندگی گزار رہے ہیں۔ تعلق راولپنڈی سے ہے اور یہیں رہائش پذیر بھی ہیں۔ شاعری کی ابتداء ۱۹۷۶ء میں کی جس کا سلسلہ تا حال جاری و ساری ہے۔ اصناف سخن میں نظم، غزل، قطعہ، حمد ونعت ومنقبت، طنز ومزاح وغیرہ میں خامہ فرسائی کرتے رہتے ہیں۔ تصانیف چھ عدد ہیں لیکن باضابطہ شائع نہیں ہوئیں۔ متوقع تصانیف میں آدابِ سخن، محبتوں کا سفر (زینہ بہ زینہ)، نوائے گلبرگ، چراغِ دل، سرورِ عشق شامل ہیں۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ۔

تلاش خود کو کیا اپنے تن میں دیر تلک
جہاں جہاں سے تلاشا وہاں سے تو نکلا

ای میل tahirtajrasul@gmail.com

غزل

حالِ رفیق پوچھ ہی بیٹھا خیالتن
پھر اس پہ غلغلہ ہوا اتنا شرارتن

اسنتیو بول دو ہی کہے تھے حساب میں
لیکن سنے رفیق سے ڈھیروں سخاوتن

مجمع کیا فضول میں آہ و فغاں کیے
ہر اک نے ہاتھ جھاڑ لیے ہیں عداوتن

اس پر بھی بس نہیں کہ چلے جھاڑ پھونک کے
وہ لے گئے کہ پیش کریں گے اصالتن

شرفاء آج کل بھی کہیں سے ٹپک پڑے
جو خود بھی چند روز سے آئے ضمانتن

آباء و وارثین کو وہاں پہ بلا لیا
ان سے نظر ملی نہ ملائی خجالتن

انجام کار گھر سے نکالا گیا کہ یوں
نکلا نہ ہو گا آج تلک وہ رعایتن

اس دور میں کسی کا خبرگیر کون ہو
طاہر! پٹے گا کون کسی سے علامتن

غزل

سمٹ جائیں اندھیرے شب کے اور انجم بکھر جائیں
نسیمِ صبح آ اُس پیکرِ گلگوں کے گھر جائیں

بہت بے چین گزری ہے شبِ ہجراں اندیشوں میں
کہیں تنہائیاں اپنے مقدر میں نہ بھر جائیں

فغاں کو کر دیا ہے ضبط سے یوں آشنا ہم نے
کہ ان کے رو برو اشکوں بھرے نالے اُتر جائیں

بہت امید کی شمعیں جلی تھیں دیکھ کر جن کو
کہیں ابرِ کرم کی وہ گھٹائیں لوٹ کر جائیں

اسی کو چیکے ہی تو سامنے ہیں ٹھہرتی آنکھیں
بنا دیدار کے کیسے یہ خالی ہاتھ گھر جائیں

سنبھل کر لے کے جا سندیسہَ الفت مرے قاصد!
کہیں ایسا نہ ہو لے کے تمنا بے ثمر جائیں

بہت ہیں جال ہم رنگِ زمیں ڈالے رقیبوں نے
بہت ممکن ہے طاہر! ان کے حیلے بے اثر جائیں

غزل

بہار موسم میں پھول کھل کے چمن کی زینت بڑھا رہے ہیں
مہک رہا ہے ہمارا آنگن، عجیب مستی لٹا رہے ہیں

نظر میں رنگوں کی دلکشی ہے سرور سا ہے ذہن پہ طاری
نظارے تاب و تواں سے آ کر کمال قدرت دکھا رہے ہیں

ہوائے عشقِ بتاں نے آ کر یہ آگ سی اِک لگا رکھی ہے
نظر میں رکھا ہے کس نے ہم کو یہ کون سپنوں میں آ رہے ہیں

عجب سماں ہے یہ خواب جیسا نہ ہوش آئے ہے ایک پل بھی
ملا ملا کے وہ ہم سے نظریں شراب الفت پلا رہے ہیں

ہے زلف برہم ہو جیسے ناگن مچل رہی ہے بہ دوش جاناں
وہ ہاتھ رکھ کر گلاب جیسے ہمی سے عارض چھپا رہے ہیں

وہ پھر رہے ہیں چمن میں جیسے حسین تتلی کوئی گلوں میں
صبا کے جھونکے شریر آ کے فضا میں آنچل اڑا رہے ہیں

وہ بزم میں تاج! بیٹھ کر بھی نگاہ رکھتے ہیں ہم پہ ظالم
رقیب بیٹھے ہیں رو سیاہ بھی نصیب اپنا جلا رہے ہیں

ترنم شبیر

قلمی نام ترنم شبیر، تخلص ترنم، تعلیم ایم اے ابلاغیات (شادی کے سترہ سال بعد دوبارہ تعلیم کا سلسلہ شروع کیا اور ایم اے میں صوبہ میں تیسری پوزیشن لی)، کچھ دن مشرق اخبار سے منسلک رہیں (خواتین اور بچوں کا صفحہ) ۱۹۷۴ء سے ملتان ریڈیو سے بھی وابستگی رہی اور یہ سلسلہ کوئٹہ اور اب امریکہ میں گاھے بہ گاھے اب تک جاری ہے۔ کراچی اور ملتان میں ابتدائی تعلیم حاصل کی، شادی کے بعد کوئٹہ میں انیس برس رہی اب ٹیکساس کے شہر ہیوسٹن، امریکہ میں رہائش ہے۔ شاعری کی ابتداء اس وقت سے ہوئی جب شعر کا مطلب بھی نہیں معلوم تھا۔ اصناف سخن میں غزل، نظم، کہانیاں، افسانے اور ڈرامے پسندیدہ ہیں۔ تصنیف فی الحال کوئی نہیں ہے مگر رسائل میں افسانے نظمیں غزلیں چھپتے رہے ہیں۔ غزلوں کا ایک مجموعہ لانے کا ارادہ ہے۔ نمائندہ شعر ہے

نسلِ نو کی ہو تربیت کیسے
ہم تو مصروف ہیں کمانے میں

ای میل tarannum_shabbir@hotmail.com

غزل

جو کچھ ہے میرے پاس وہی لا رہی ہوں میں
کچھ دیر ٹھہر جاؤ کہ بس آ رہی ہوں میں

اک بے لباس کرب کو آ کر لباس دو
صدیوں سے ایک گیت یہی گا رہی ہوں میں

پلکوں سے بوند بوند گرا کر فراق میں
لمبی سزائے موت ہے جو پا رہی ہوں میں

اک دن تو اپنے پاس بہانے سے روک لے
کب سے ترے خیال میں آ جا رہی ہوں میں

بارش کی پیش گوئی ہے میرے وجود سے
کالی گھٹا کا روپ لیے چھا رہی ہوں میں

جیا قریشی

نام حمیدہ پروین، تخلص جیاؔ قریشی، تعلیم اِن کی بی ایس سی۔ بی ایڈ ہے۔ شعبۂ تعلیم سے وابستہ ہیں۔ اسلام آباد میں رہائش پذیر ہیں۔ شاعری لگ بھگ عرصہ دس سال سے کر رہی ہیں لیکن ابھی تک اِن کی کوئی کتاب منظرِ عام پر نہیں آئی تاہم شاعری کا مواد اس قدر ہو گیا ہے کہ کئی کتابیں بن سکتی ہیں۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ؎

کردار زمانے پہ جیاؔ راج کرے گا
عورت ہوں مگر مرد پہ سرداری کروں گی

ای میل:jiya.qureshi202@gmail.com

غزل

پہلے پہلے سے پیار کے کچھ دن
خوب دن تھے بہار کے کچھ دن

کوئی دل کی صدا پہ لوٹ آتا
دیکھ لیتے پکار کے کچھ دن

چند چھٹیاں ہی لے آ کے آ جاتے
اچھا لگتا گذار کے کچھ دن

ہم زمیں آسمان کر دیں گے
آسماں سے اتار کے کچھ دن

ہجر اچھا ہے یا وصال ترا
دیکھتی ہوں شمار کے کچھ دن

ملنے آئے گا وہ محبت سے
خود کو رکھا سنوار کے کچھ دن

یہ اداسی تمام ہو جائے
ساتھ ھوں غم گسار کے کچھ دن

پوچھتے ہو کہ کتنا یاد کیا ؟
بس یہی انتظار کے کچھ دن

اب وہ پہلے سی فرصتیں کب ہیں؟
ڈھونڈتی ھوں قرار کے کچھ دن

روز سولہ سنگھار کرتی تھی
بس وہی تھے سنگھار کے کچھ دن

ہر کسی نے اسیر ہی رکھا
کب ملے اختیار کے کچھ دن

کٹ گئے ہیں تری محبت میں
خواہشوں میں فشار کے کچھ دن

قرض واجب ہے ،سو ادا ہو گا
زندگی ھے ادھار کے کچھ دن

زندگی کا حسیں اثاثہ ہیں
اس گلی ، اس دیار کے کچھ دن

وہ خزاؤں کا پات ہو بیٹھا
میری سانسیں نکھار کے کچھ دن

یاد کرتا ہے قیس آزادی
دشتِ جاں میں گزار کے کچھ دن

شعر کہتی ہوں میں سہولت سے
ہیں جیا بس قرار کے کچھ دن

خاورؔ چشتی

نام خاور مشتاق چشتی، تخلص خاورؔ چشتی، تعلیم ماسٹرز ہے۔ تعلق بہاولپور سے ہے اور وہیں کی سکونت اختیار کئے ہوئے ہیں۔ بینکاری کے شعبے سے وابستہ رہے ہیں اور اِن دِنوں ریٹائرمنٹ کی زندگی گزار رہے ہیں۔ شاعری کی ابتداء یونیورسٹی کے دور میں کی تھی جو تا حال پورے شد و مد سے جاری ہے۔ موجِ غزل کے مشاعروں میں باقاعدگی سے شریک ہو رہے ہیں اور اپنا خوبصورت کلام پیش کر رہے ہیں۔ اِن کے کلام میں شوخی اور رومانیت کا حسین تال میل دکھائی دیتا ہے جس سے اِن کی غزل کی روائتی اقدار سے وابستگی کا واضح اظہار دکھائی دیتا ہے۔

غزل

چاہتوں کا یہ سلسلہ بھی نہیں
دل مری بات مانتا بھی نہیں

کیوں ہے یہ تیرگی بتاؤ تو
اک دیا تو یہاں جلا بھی نہیں

دل پہ میرے جو تم نے لکھا تھا
نام وہ آج تک مٹا بھی نہیں

تیری راہوں میں روز و شب برسوں
میں تھا بیٹھا رہا، اٹھا بھی نہیں

جب وہ بچھڑا تو حشر سا ٹوٹا
کوئی پتہ بھی مگر ہلا بھی نہیں

جانے ناراض کیوں ہے وہ ہم سے
جس سے میں آج تک ملا بھی نہیں

ایک پل میں وہ دل کو جیت گیا
دعویٰ کرتا ہے، کچھ کیا بھی نہیں

کیا گیا ہے کہ اُجڑا دل خاورؔ
دل کی نگری میں کچھ بچا بھی نہیں

غزل

تیرے لئے ہم جاں سے گزر جائیں گے اک دن
قدموں میں تیرے آ کے بکھر جائیں گے اک دن

یہ عمر تو تجھ بن ڈھلی جاتی ہے دھڑا دھڑ
چپ چاپ زمینوں میں اتر جائیں گے اک دن

آؤ گے کبھی پاس جو میرے تو ملیں گے
ہم وہ نہیں جو ایسے مکر جائیں گے اک دن

جیون میں ہوا کرتے ہیں دن رنج و الم کے
دکھ درد بھرے دن یہ گزر جائیں گے اک دن

ہوں ساتھ جو دونوں تو بنے روز یہاں عید
پا کے یہ خوشی سچی، نکھر جائیں گے اک دن

کہتے ہیں سفر پیار کا آساں نہیں ہوتا
ہم جا نہیں پاتے ہیں مگر جائیں گے اک دن

خاورؔ یہ ہے ایماں، وہ مرا بن کے رہے گا
دن میرے مقدر کے سنور جائیں گے اک دن

دلشاد نسیم

نام دلشاد نسیم، تخلص دلشاد، تعلیم ایم اے فلسفہ، پیشہ سکرپٹ رائیٹر۔ لاہور میں مقیم ہیں۔ ہمہ جہت شخصیت کی مالک ہیں۔ اب تک بے شمار کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں نظموں کا مجموعہ محبت ایک استعارہ ہے، غزلوں کا مجموعہ زیرِ لب ابد کا کنارا، متاعِ جاں ناول ہیں جبکہ ایک اور ناول تعویذ اشاعت کے مرحلے میں ہے۔ افسانوں کا ایک مجموعہ اسیرِ ذات کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ جب سے ہوش سنبھالا ہے، کچھ نہ کچھ لکھتی رہتی ہیں۔ ان کا نمائندہ شعر ہے۔

ہم کہاں ایسے مرنے والے ہیں
اپنے لہجے کی مار مار ہمیں

اصنافِ سخن میں افسانہ، ناول، ڈرامہ، کالم، نظم، غزل وغیرہ شامل ہیں۔ اردو اور پنجابی دونوں ابلاغ کی زبانیں ہیں۔

ای میل dil_nasim@hotmail.com

غزل

کیسے اُترے گی یہ لمحوں کی تھکن
روح گھائل اور صدیوں کی تھکن

دیکھتی ہوں میں لبِ ساحل کھڑی
بہتا پانی اور ندیوں کی تھکن

سامنے دریا کے ایسی بے بسی
کربلا ہے جیسے ہونٹوں کی تھکن

منتظر آنکھیں نہ سوئیں رات بھر
رہ گئی پلکوں پہ سپنوں کی تھکن

زرد چہرے یاسیت سے چور ہیں
لوٹ آئی شام ، نظروں کی تھکن

اُس طرف ہے لامکانی ، اِس طرف
پیروں سے لپٹی ہے رستوں کی تھکن

آسماں تو دیکھتے ہو ، پر نہیں
تم نے دیکھی میرے زینوں کی تھکن

وجد میں آتا ہے جب جب عشق یہ
جھومنے لگتی ہے ولیوں کی تھکن

آج بھی رکھی ہوئی میکے میں ہے
میرا بچپن اور گڑیوں کی تھکن

چاہے ہو دل شاد یا ناشاد ہو
کب تلک جھیلے گا برسوں کی تھکن

ذہینہ صدیقی

نام ذہینہ صدیقی، تخلص ذہینہ، تعلق بھوپال، مدھیہ پردیش سے ہے تاہم رہائش پذیر نیو دہلی، بھارت میں ہیں۔ تعلیم مہارانی لکشمی بائی کالج سے تعلیم حاصل کی۔ تین مضامین میں ایم اے کر رکھا ہے جن میں اردو، انگریزی اور تعلیم شامل ہیں۔ تعلیم و تدریس سے وابستہ ہیں، انگریزی زبان کی معلمہ ہیں۔ علاوہ ازیں آل انڈیا ریڈیو میں اناؤنسر کے فرائض بھی سر انجام دے رہی ہیں۔ ان کا نمائندہ شعر ہے۔

میری نگاہ بھی مجھ پر کبھی نہیں اُٹھی
مرا وجود ہی کیا ہے، برائے نام ہوں میں

غزل

میری بھی ایک بار دل بیقرار سُن
مجھ کو ہوا ہے پیار دل بیقرار سُن

گُلزار زیست سے سبھی غُنچے تو چُن لئے
اب رہ گئے ہیں خار دل بیقرار سُن

شیشے کی طرح رکھتے ہیں ہم صاف اپنا دل
دل میں نہیں غُبار دل بیقرار سُن

اک عمر ہم نے کاٹ دی تیرے فراق میں
اب تو ہو وصل یار دل بیقرار سُن

بس ایک بار دیکھا تھا تیرا رُخِ جمال
اب تک ہے وہ خُمار دل بیقرار کے

خوف خزاں نہیں ہے مجھے اطمینان رکھ
آنے کو ہے بہار دل بیقرار سُن

اپنا لے تو ذہینہ کو یا چھوڑ دے اُسے
تجھ کو ہے اختیار دل بیقرار سُن

روبینہ شاہین بینا

نام روبینہ شاہین تخلص بیناؔ تعلیم ایم۔اے معاشیات، بی ایڈ، پی جی ڈی (کمپیوٹر سائنس) ہے۔ معلمہ کے پیشے سے منسلک رہی ہیں لیکن شادی کے بعد محض خاتونِ خانہ بن کر رہ گئی ہیں۔ پشتینی تعلق اسلام پورہ جبر، گوجر خان سے ہے تاہم اسلام آباد میں مقیم ہیں۔ شاعری کا باقاعدہ آغاز شادی کے بعد کیا جو ہنوز جاری ہے۔ شاعری میں اِنہوں نے زیادہ تر غزل میں طبع آزمائی کی ہے۔ طنز و مزاح پر مبنی شاعری اِن کا مرغوب مشغلہ ہے۔ ابھی تک کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی تاہم جلد ایک عدد برقی کتاب لگائی بجھائی کے نام سے آنے والی ہے۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ؎

تجھے لگ رہا ہے کہ میں کج ادا ہوں
مجھے لگ رہا ہے کہ تو ہے مثلث

ای میل rubsha73@yahoo.com

غزل

تیری سلطانیاں نہیں جاتیں
غم کی طغیانیاں نہیں جاتیں

لاکھ پہرے لگا کے رکھیں ہم
دل کی شیطانیاں نہیں جاتیں

عشق چھوڑے نہ کام کا ہم کو
پھر بھی نادانیاں نہیں جاتیں

اُف ہمہ رنگ رونقِ دنیا
ہائے ویرانیاں نہیں جاتیں

تیرا انداز ہر دفعہ ہے دِگر
میری حیرانیاں نہیں جاتیں

ہم کو مشکل میں ڈال رکھتی ہیں
کیوں یہ آسانیاں نہیں جاتیں

اپنی قیمت چکا نہیں پائے
اور ارزانیاں نہیں جاتیں

غم ہنسی میں اُڑاتی ہوں بینا
اپنی جولانیاں نہیں جاتیں

سمعیہ ناز

نام سمیعہ اقبال، قلمی نام سمیعہ ناز، تخلص
ناز، اپریل ۱۹۶۹ء کو سرائے عالمگیر، جہلم،
ضلع گجرات پاکستان میں پیدا ہوئیں تاہم
لیڈز، برطانیہ، یو کے میں رہائش پذیر ہیں۔ بزنس اسٹڈیز میں گریجویٹ
ہیں۔ دو نعتیہ کلام کے مجموعے بالترتیب ''خزینۂ نور اور خزینۂ رحمت کے
نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ درس وتدریس سے وابستہ ہیں۔ براڈ کاسٹر بھی
ہیں۔ نور ٹی وی یو کے پر نعت کے پروگرام ''بزمِ نور'' کی پیشکار ہیں۔ نعت
خواں، نعت گو شاعرہ، اناؤنسر۔ نعتیہ مشاعرے نعتیہ محافل کی آرگنائزر
ہیں۔ شاعری کا آغاز ۱۹۸۷ء میں زمانۂ کالج سے کیا۔ اصنافِ سخن میں
غزل، پابند نظم اور آزاد نظم میں طبع آزمائی کرتی رہیں لیکن شاعری کا سلسلہ
۱۹۹۱ء میں موقوف کر دیا۔ باقاعدہ نعت نگاری کا آغاز ۱۹۹۴ء میں کیا جس
میں انہوں نے نعتیہ غزلیں، نعتیہ رباعی، نعتیہ نظموں کے ساتھ ساتھ مناقب
بھی لکھیں اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ ان کا نمائندہ شعر ہے ؎

ثنا کے پھول اُنہی کے کرم سے کھلتے ہیں
سخن وری کا بھلا کب کمال ہے مجھ میں

کرم ہو مجھ پہ خدا کا تو اُن ﷺ کی نعت کہوں
ملے حضور ﷺ کا صدقہ تو اُن ﷺ کی نعت کہوں

یہ میرے دل کی طلب ہے کہ خواب میں اک دن
کروں مَیں اُن کا نظارہ تو اُن ﷺ کی نعت کہوں

یہی ہے آرزو شام و سحر مرے مولا
عطا ہو مجھ کو قرینہ تو اُن ﷺ کی نعت کہوں

دلِ حزیں کی صدا ہے کہ ہجر میں اُن کے
ہو جب درود وظیفہ تو اُن ﷺ کی نعت کہوں

درِ حبیب کی جانب ہی لو لگی ہے مری
چلے جو طیبہ سفینہ تو اُن ﷺ کی نعت کہوں

خدا کرے کہ ملے اوج میری قسمت کو
خیال آئے جب ان کا تو اُن ﷺ کی نعت کہوں

سیّد انوار زین

نام سیّد انوار، تخلص زینؔ، تعلیم ماسٹرز، کراچی سے تعلق ہے اور اسی شہرِ بے مثال میں رہائش پذیر بھی ہیں۔ درس و تدریس سے وابستہ رہے ہیں اور ریٹائرمنٹ کے بعد بھی درس و تدریس سے ہی وابستہ ہیں۔ اِن کے کلام میں اساتذہ جیسی گہرائی اور پختگی پائی جاتی ہے۔ اب تک کوئی کتاب شائع نہیں ہو پائی ہے تاہم مستقبل قریب میں ایسا ہونا ناممکن بھی نہیں۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے۔

ہم نے تدریس میں گزاری ہے
زندگی جس قدر ہماری ہے

غزل

غمِ حیات میں اب مسکرانا چاہتا ہوں
سکوں سے جینے کا کوئی بہانہ چاہتا ہوں

جہاں پہ دید کا امکاں ہو یار کی ہو خبر
چراغِ زیست وہیں پر بجھانا چاہتا ہوں

اداسیوں کا سفر زندگی کا حاصل ہے
تکلفات سے اس کو بچانا چاہتا ہوں

وہ جس کی یاد جگاتی ہے بے کلی دل میں
کبھی کبھار اسے یاد آنا چاہتا ہوں

کوئی امید سی جاگی ہے پھر مرے دل میں
تصورات کی محفل سجانا چاہتا ہوں

مری طلب کا تجھے کچھ نہیں ہے اندازہ
میں دل کے واسطے اک غم پرانا چاہتا ہوں

میں تھک گیا ہوں تگ و دو کے اس جھمیلے سے
کہیں پہ زین میں اِک آستانہ چاہتا ہوں

سیّدہ فرحین نجم فرحی

نام سیّدہ فرحین نجم، تخلص فرحی، انٹرنیشنل ریلیشنز میں ایم اے کر رکھا ہے۔ ایڈمنسٹریٹر ہیں۔ کراچی سے تعلق ہے اور یہیں رہائش پذیر ہیں۔ ادب سے پرانا تعلق ہے۔ نثر میں افسانہ نگاری شامل ہے، ان کے افسانے کئی جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ نظم میں غزل اور نظم پسندیدہ اصنافِ سخن ہیں۔ شاعری کی ابتداء ۲۰۱۷ء میں کی۔ تا حال کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی۔ ان کا نمائندہ شعر ہے ؎

ستارہ بن کے فلک پر سدا چمکتی رہوں
فلک پہ میرا بھی ایسا کوئی نشان رہے

ای میل f.jafri82@gmail.com

غزل

تیری آنکھیں تیرا لہجہ تیرا چہرہ لکھوں
میں تجھے چاند نہ لکھوں ہاں سویرا لکھوں

ہاں زمانے میں محبت کے کئی رنگ تو ہیں
میں مگر تیری محبت کو سنہرا لکھوں

تم تو کہتے ہو کہ ہوں تیری محبت کی اسیر
میں تیرے دل کو مگر ایک لٹیرا لکھوں

میرے آنگن میں کئی پھول خوشی کے مہکیں
میں مگر خود میں اُنھیں تیرا بسیرا لکھوں

لوگ کہتے ہیں چمکتا ہے میرا چہرہ سدا
اِس چمک کو میرے تیرے پیار کا پہرا لکھوں

تیری سنگت میں شب و روز مہکتے ہی رہے
اب تیرے ہجر میں اس زیست کو صحرا لکھوں

شعر کہنے کا ہنر سیکھ لیا ہے فرحیؔ
تیری الفت میں مگر ڈوب کہ گہرا لکھوں

سیّدہ ارفعٰ زینب

نام سیّدہ ارفعٰ زینب، تخلص ارفعٰ، اسلامیات کے مضمون میں ایم اے کیا ہوا ہے۔ ہاؤس وائف ہیں۔ اسلام آباد میں مقیم ہیں۔ شاعری کی ابتدا ۲۰۱۱ء میں کی جو تا حال پورے زور و شور سے جاری ہے۔ جن اصناف سخن کو اپنے اظہار کا وسیلہ سمجھتی ہیں اُن میں حمد، نعت، نظم، غزل اور آزاد نظم شامل ہیں۔ کتاب فی الحال کوئی شائع نہیں ہوئی اور نہ مستقبل قریب میں کوئی ارادہ ہے۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے

وہی ہیں وارثِ فکر و نظر ارفعٰ ہمیشہ سے
دل و جان کیا، مری تو زندگی قربان محمد پر

ای میل ایڈریس Arfazainab8@gmail.com

آؤ اِک ایسا قانون بنائیں
مظلوموں کو انصاف دلائیں

اس دور کے بے حس لوگوں میں
ہم حق کی آواز اٹھائیں
مجبوروں اور لاچاروں کو
کچھ سانس تو سکھ کا دلوائیں
آؤ اِک ایسا قانون بنائیں

دنیا میں دکھ کے ماروں کو
ہم جینے کی کچھ آس دلائیں
اِس عالمِ افلاس میں ہم
کچھ خوشحالی کے دیپ جلائیں
آؤ اک ایسا قانون بنائیں

ارفعٰ اخلاق اپنا کے ہم
کچھ جیون کو آسان بنائیں
آؤ اِک ایسا قانون بنائیں

شاہین فصیح ربانی

نام شعیب ربانی، تخلص شاہین فصیح ربانی / فصیح، کراچی یونیورسٹی سے ایم اے اردو کر رکھا ہے۔ ملازمت کے پیشے سے منسلک ہیں۔ رہائشی شہر دینہ، جہلم (پاکستان) ہے۔ شاعری کی ابتدا ۱۹۸۲ء میں ہوئی۔ اصناف سخن میں غزل، آزاد نظم، ماہیا، ہائیکو، دوہا، رباعی، قطعہ غرضیکہ ہر صنفِ ابلاغ پر طبع آزمائی کی اور خوب کی۔ دو کتابیں منظرِ عام پر آ چکی ہیں، کوئی خواب ہمارا ہو (اردو پنجابی ماہیے) ۲۰۰۲ء اور اگلے پل کی طرف (غزلیات) ۲۰۰۶ء۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے۔

آپ مغرور کیوں سمجھتے ہیں
مجھے کم بولنے کی عادت ہے

ای میل sfaseehrabbani@yahoo.com

غزل

ہو کے تھکن سے چُور بدن
اٹھلائے مزدور بدن

دور بدن سے دور بدن
یعنی دو مجبور بدن

نظروں کو منظور بدن
پھول بدن بھرپور بدن

ایک زمین تو ایک فلک
ایک بشر اک حور بدن

آنکھوں کو مسحور کرے
چاہت میں مخمور بدن

ہو گیا آپے سے باہر
بھول گیا منشور بدن

دیکھ رہے ہیں لوگ فصیح
شعروں میں مستور بدن

شفیق رائے پوری

نام اے شفیق، تخلص شفیق رائے پوری، تعلیم : گریجویٹ (بی اے اردو و فارسی مضامین کے ساتھ)۔ سرکاری ملازمت سے سبکدوش (وظیفہ یافتہ) ہیں۔ رہائش شہر جگدل پور ضلع بستر چھتیس گڑھ، انڈیا ہے۔ شاعری کی ابتدا 1975 سے ہوئی جو تا حال جاری و ساری ہے۔ اصناف سخن میں غزل اور نعت و منقبت میں طبع آزمائی مرغوب ہے۔ غزلوں کا ایک مجموعہ صراطِ کرب کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ ایک نعت و مناقب کا مجموعہ زیرِ اشاعت ہے جو جلد منظرِ عام پر آ جائے گا۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ؎

دکھا کے لوگوں کو آئینہ کیا ملا مجھ کو
تمام شہر کو اپنے خلاف میں نے کیا

ای میل shafiqueraipuri.5654@gmail.com

غزل

حزن و افلاس کے جو مظہر ہیں
کم نہیں ایسے لوگ گھر گھر ہیں

شر پسند آندھیوں کا دورہ ہے
لرزے لرزے ہوئے سے چھپر ہیں

جابجا چھا رہا ہے خوف و ہراس
ہر طرف ہولناک منظر ہیں

شور و ہنگامۂ جہالت میں
اپنی خاموشیاں ہی بہتر ہیں

دشمنِ جاں ہے دوستی ان کی
ان کی باتیں نہیں ہیں نشتر ہیں

آپ کیوں موم کا بدن لے کر
دھوپ کے شہر میں کھلے سر ہیں

کس کو چھوٹا کہوں بڑا کس کو
میری نظروں میں سب برابر ہیں

کب ملے تھے کسی سے ہم لیکن
ذہن و دل آج تک معطر ہیں

بیگناہ خود کو جانتے ہیں شفیق
سارے الزام آپ کے سر ہیں

سلام

سبطِ رسول راکبِ دوشِ نبی حسینؑ
لختِ جگر بتول کے جانِ علی حسینؑ

اسلام کے افق پہ کِھلی روشنی حسینؑ
ہیں تیرہ کائنات کی تابندگی حسینؑ

کیسے قلم احاطہ کرے تیرے وصف کا
تو عالی مرتبت ہے اے ابنِ علی حسینؑ

اسلام کی رگوں میں لہو آپ ہی کا ہے
ہے آپ ہی کے دم سے روش نبض کی حسینؑ

جب بھی کوئی یزید اٹھائے گا اپنا سر
سنت کریں گے ہم بھی ادا آپ کی حسینؑ

آقا ﷺ نے چن لیا جسے فرزند کے عوض
وہ جانِ مصطفےٰ ہیں فقط آپ ہی حسینؓ

خوابِ شفیقؔ میں بھی چلے آیئے کبھی
چھوٹا سا منہ ہے بات مگر ہے بڑی حسینؓ

شوکت ثاقب پوشپوری

نام شوکت سجاد بٹ، تخلص ثاقبؔ پوشپوری۔ اُردو کے مضمون میں ایم اے اور بی ایڈ کر رکھا ہے۔ فی الحال کسی پیشے سے منسلک نہیں ہیں۔ پوشپورہ، ترہگام، کپواڑہ، سرینگر، مقبوضہ کشمیر سے تعلق ہے اور وہیں رہائش پذیر بھی ہیں۔ شاعری کی ابتداء ۲۰۱۵ء میں کی۔ گاہے گاہے بازخواں ہوتے ہیں۔ نعت، منقبت، غزل اور نظم کے رسیا ہیں اور انہی اصنافِ سخن میں اظہارِ ذات کے قائل ہیں۔ فی الحال کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی تاہم شاعری کا ایک مجموعہ "بے درد لوگ" کے نام سے شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے۔

وہ تیرے وعدے فریب نکلے
وہ تیری قسمیں سراب لکھ دوں

ای میل sakibshowkat53@gmail.com

غموں کا سارا حساب لکھ دوں
قلم اُٹھا کے کتاب لکھ دوں

کہیں سے یاری نہ ٹوٹ جائے
اگر کہو تو جواب لکھ دوں

وہ تیرے وعدے فریب نکلے
وہ تیری قسمیں سراب لکھ دوں

یہاں بدلتے ہیں لوگ، موسم
بتاؤ کس کو خراب لکھ دوں

نظر نہ لگ جائے تجھ کو جاناں
تیرے لیے اک نقاب لکھ دوں

ضمیر ثاقبؔ یہ کہہ رہا ہے
کہ جانِ من کو گلاب لکھ دوں

شہناز رضوی

نام شہناز رضوی، تخلص شہناز، تعلیم گریجویشن، پی آئی اے میں آفیسر ہیں۔رہائشی شہر کراچی ہے۔شاعری کی شروعات انتہائی بچپن یعنی محض چودہ سال کی عمر میں ہوئی۔اصناف سخن میں حمد، نعت، منقبت، سلام، مرثیہ، نوحہ، غزل، نظم غرض یہ کہ ہر صنفِ سخن پر خامہ فرسائی کی۔ایک شعری مجموعہ متاعِ زیست کے نام سے موجود ہے۔ایک اور مجموعہ زیرِ ترتیب ہے۔موجِ غزل کی انتہائی سرگرم رکن ہیں اور روزِ اوّل سے اس کے ساتھ ہیں۔اِن کا نمائندہ شعر ہے۔

صرف ممتا کا جوش تھا ورنہ
آبِ زم زم رواں نہیں ہوتا

غزل

اب تو ملنے کا بھی نہیں امکان
اپنے بھی ہو چکے ہیں سب انجان

کیا بھلا اُس کا دین اور ایمان
کر کے اغوا جو مانگے ہے تاوان

ہم نے جاری رکھا سفر اپنا
وہ لگاتے رہے فقط بُہتان

کون اپنا ہے کون بیگانہ
آئینے کھو چکے ہیں اب پہچان

جس سے کوئی خطا کبھی نہ ہُوئی
ایسا دنیا میں ہے کوئی انسان ؟

جتنا کمزور وہ سمجھتے ہیں
اتنا کمزور بھی نہیں ایمان

بارشیں غم کی خوب ہی برسیں
دل میں اُٹھتے رہے کئی طوفان

پیش منظر میں دیکھنے والو
پسِ منظر بھی ہیں کئی ارمان

ایسا کیا حادثہ ہُوا شہنازؔ
راستے ہو گئے سبھی سُنسان

صابر جلالپوری

نام محمد صابر، تخلص صابرؔ، تعلیم (بی اے سوم) اردو سے، کپڑے کی تجارت کے پیشے سے وابستہ ہیں۔ رہائش اُردو بازار جلالپور، امبیڈکر نگر میں ہے۔ اصنافِ سخن میں حمد، نعت، منقبت، غزل، قطعہ، نظم، سہرا، رخصتی، گیت و دیگر اصناف پہ شاعری کی ہے، گویا ہمہ جہتی شاعری کے قائل ہیں۔ کتاب فی الحال کوئی نہیں ہے، اِس ضمن میں، مستقبل میں ارادہ ضرور ہے، اگر خدا نے چاہا۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے۔

علم والوں کی کہاں قدر رہے گی باقی
جب تلک ہاتھ میں جاہل کے حکومت ہوگی

ای میل ایڈریس msabirjlp@gmail

غزل

جو چاند تاروں کو پرتاب دار کرتے ہیں
ہم ایسے یار کے چہرے سے پیار کرتے ہیں

وہ جانتے ہیں ہنر دل کے چیر دینے کا
جو اِک نگاہِ تبسم سے وار کرتے ہیں

اُنہیں یقین کی منزل سے مت گرا دینا
ہے کچھ تو تجھ میں جو سب اعتبار کرتے ہیں

چراغ بٹ گئے سارے جو جس کا جیسا تھا
بس آفتاب بڑے انتظار کرتے ہیں

مشقتوں سے بلندی پہ بیٹھیے صابرؔ
فریب کار چڑھوں کو اُتار کرتے ہیں

صبیحہ خان

نام صبیحہ خان، تخلص صبیحہ، تعلیم گریجویٹ۔ صحافت کے شعبہ سے وابستہ ہیں۔ بطور فری الائنس جرنلیسٹ ''اردو نیوز، سعودی عرب'' اور ''اردو پوسٹ، کینیڈا'' میں کالم حالاتِ حاضرہ پر اس کے علاوہ سماجی، معاشرتی، مسائل پر کالم لکھنا اور اردو ٹی وی کینیڈا پر بطور ''کوہوسٹ'' بھی فرائض انجام دیتی ہیں۔ ٹورنٹو، کینیڈا میں رہائش پذیر ہیں۔ شاعری کی باقاعدہ ابتداء ۲۰۰۱ء میں کی۔ اصنافِ سخن میں غزل، کالم اور فکاہیہ کالم کو اظہار کا بہترین وسیلہ سمجھتی ہیں۔ اپنی کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی تاہم دو شعری انتخاب ''نئی اڑان (۲۰۱۵)'' اور ''شعر و سخن ہمارے'' میں اِن کی شاعری اور نثر بھی شامل ہے۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے

دریچہ ہے یہ اِسی کا، یہ در اسی کا ہے
چلا گیا وہ مگر میرا گھر اسی کا ہے

ای میل sabanaz00@hotmail.com

غزل

یوں پھیر کے نظروں کو گزر جائیں گے ایک دن
سوچا بھی نہ تھا خواب بکھر جائیں گے ایک دن

وہ جن کو سدا ہم نے دل و جاں سے چاہا
سوچا بھی نہ تھا دل سے اتر جائیں گے ایک دن

ہر روز نئے کرب کا ہوتا ہے اعادہ
ایسا ہی رہا سلسلہ مر جائیں گے اک دن

جاری ہمیں رکھنا ہے سفر اپنا بہر حال
مل جائے گی منزل تو ٹھہر جائیں گے اک دن

ہوگی کبھی برسات مرے گھر میں بھی اور پھر
رنگ دھنک خود ہی بکھر جائیں گے اک دن

لگ جائے گی ناؤ بھی کنارے پہ ہماری
تم دیکھنا اس پار اتر جائیں گے اک دن

حالات بتاتے ہیں صبیحہ ہمیں کچھ یوں
آجائے گی تبدیلی سنور جاہیں گے اک دن

صفیہ ناز

نام صفیہ رزاق ناز، تخلص ناز، تعلیم بی اے۔ گھریلو خاتون ہیں۔ مڈلز برو، برطانیہ میں رہائش پذیر ہیں۔ شاعری کی باقاعدہ ابتداء بارہ سال کی عمر سے کی۔ اصنافِ سخن میں صرف اور صرف نعت شریف میں خامہ فرسائی کرنا پسند کرتی ہیں۔ اِن کی اولین تصنیف نثر میں ''زندگی بندگی'' اور پھر نعت شریف میں ''گلدستۂ نعت''، ''نورِ بطحا''، ''عجز'' شامل ہیں۔ اِن شاء اللہ ایک اور نعتیہ شاعری کا مجموعہ ''شرف'' کے نام سے جلد متوقع ہے۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ۔

اِسی میں گزرے حیات میری یہی تو جینے کا ہو سہارا
میں ہر ورق پر دیوانِ دل کے پیارے آقا ﷺ کا نام لکھوں

ای میل Razzaqsafia@gmail.com

جو رزقِ سخن ہو جائے بہم تو نعت لکھوں
نبی ﷺ کے عشق میں ہو آنکھ نم تو نعت لکھوں

درودِ پاک پڑھ کر حمد سے پھر ابتدا ہو
جو ہو سرکار ﷺ کی چشمِ کرم تو نعت لکھوں

چُنوں شہرِ مدینہ سے حسیں مدحت کی کلیاں
مہک جائے تخیل اور قلم تو نعت لکھوں

خوشا قسمت پہنچ جاؤں دیارِ مصطفیٰ ﷺ میں
ہو میرے سامنے پیارا حرم تو نعت لکھوں

میں اُن ﷺ کی شان میں الفاظ کے موتی پرو دوں
کریں پھر اذن جب شاہِ امم ﷺ تو نعت لکھوں

نوازیں نازؔ کو آقا مرے زہراؑ کا صدقہ
خوشی ہو اور ہو کوئی نہ غم تو نعت لکھوں

صوفیہ حامد

نام سیّدہ صوفیہ حامد، تخلص صوفیؔہ۔ جامعۂ کراچی سے اُردو زبان وادب میں گریجویشن کی ہوئی ہے۔ ہاؤس وائف ہیں۔ کراچی سے تعلق ہے اور وہیں رہائش پذیر بھی ہیں۔ شاعری کی ابتداء دسویں جماعت سے کی جس کا سلسلہ تا حال جاری وساری ہے۔ اصنافِ سخن میں زیادہ زور غزل پر ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ نظم پر بھی زور آزمائی کی ہے اور حمد باری تعالیٰ ونعتِ رسولِ مقبول پر بھی۔ کتاب ابھی تک کوئی شائع نہیں ہوئی کہ فرصتِ زندگی بہت کم ہے۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ؎

دنیا کو اپنے دل میں بسانے نہیں دیا
دامن حیا کا ہاتھ سے جانے نہیں دیا
غربت پہ اس جہان کی روئے ہیں زار زار
آنکھوں کو خود پہ اشک بہانے نہیں دیا

غزل

رکھتے نہیں جو فرق گناہ اور ثواب میں
رہتی ہے روح اُن کی سدا اضطراب میں

حق سے نظر چرا کر جو رہتے ہیں خواب میں
رہتی ہے زیست ان کی مسلسل عتاب میں

شامِ وصال ''ہجر'' بھی تھی ساتھ ساتھ ہی
اِک پاؤں تھا زمین پہ اک تھا رکاب میں

اِک دردِ آگہی ، جو مرے ہم قدم رہا
اک رمزِ آگہی رہا چاہت کے باب میں

اس نے لکھا کہ بھول جا ، ہم نے بھلا دیا
قرضِ وفا چکا دیا ، خط کے جواب میں

وہ مہر و ماہ سی صورتیں، اب گرد گرد ہیں
الزام کس کو دیں، رکھیں کس کے حساب میں

سوچا نہیں تھا خواب میں بھی جن کو صوفیہؔ
شامل وہ رنج وغم رہے، دل کے نصاب میں

ڈاکٹر ضیاء الدین ضیاء

نام ڈاکٹر ضیاء الدین، تخلص ضیاؔء۔ پوسٹ ڈاکٹریٹ سافٹ ویئر انجنئرنگ کر رکھی ہے۔ درس و تدریس سے وابستہ ہیں۔ ڈیرہ اسماعیل خان کے رہنے والے ہیں اور گیلانی ٹاؤن، ڈیرہ اسماعیل میں رہائش پذیر ہیں۔ خاصے عرصے سے لکھ رہے ہیں۔ شاعری کی ابتداء ۱۹۹۱ء سے کی تھی اور زمزمۂ سخن تا حال جاری ہے۔ غزل اور نظم میں خامہ فرسائی میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ اب تک کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی تاہم مستقبل میں اس کا ارادہ ضرور رکھتے ہیں۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ؎

اِسی دلاسے پہ آج تک میں دیارِ شب میں بھٹک رہا ہوں
نئے دریچے میں شمعِ وعدہ کسی نے رکھی سنبھال بھی ہو

ای میل ziasahib@gmail.com

غزل

قہقہوں میں ہیں چھپے سن وہی نالے اک دن
ایک نغمہ تو اسی تال پہ گا لے اک دن

کتنے ہی سیپ مرے ہاتھ میں آئے تھے مگر
کر دیا تھا جنہیں لہروں کے حوالے اک دن

یاد کے باب میں ہے ہجر کا جامد موسم
اپنے پیمانِ رفاقت کو نبھا لے اک دن

دشتِ جاں پھر کبھی گلزار بھی ہو لینے دے
موسمِ گل کی کہانی بھی سنا لے اک دن

اپنے سر کو درِ جاناں پہ جھکا ہی لینا
اپنی روٹھی ہوئی تقدیر منا لے اک دن

نگہتِ گل پہ صبا ناز کیا کرتی ہے
وہ مرے یار کے دامن کی ہوا لے اک دن

ہم ازل اور ابد دونوں کا حاصل ہی سہی
دو کنارے ہیں کبھی ان کو ملا لے اک دن

پھر ذرا آنکھ اٹھا کر مجھے دیکھو تو سہی
اک نئے دور کا آغاز کرا لے اک دن

ہم فقیروں کو یہ کافی ہیں، عطا ہوں جو اگر
صرف مٹی کے ہی دو چار پیالے اک دن

پھول پکڑو نہ تم ان ناز بھرے ہاتھوں سے
کہیں پڑ جائیں نہ ان ہاتھوں پہ چھالے اک دن

ضیاء شہزاد

نام ضیاء الدین، قلمی نام ضیاء شہزاد، ۲۷ جنوری ۱۹۴۲ء کو باول، ہریانہ، انڈیا میں پیدا ہوئے۔ جامعہ کراچی سے صحافت میں ایم اے کر رکھا ہے۔ مختلف اخبارات و جرائد سے وابستہ رہے۔ ذاتی روزنامہ قومی اتحاد جاری کیا۔ ماہنامہ ''سات رنگ ڈائجسٹ'' اور ''داستان ڈائجسٹ'' کے مدیر رہے۔ ذاتی فلم ''دلاری'' بنائی، جس کے سکرپٹ رائٹر، ڈائریکٹر اور پروڈیوسر خود تھے۔ بے شمار فلموں کے سکرپٹ اور گیت لکھے۔ مختلف ڈائجسٹوں میں افسانے، قسط وار و مختصر کہانیاں لکھیں۔ اِن کی کتابوں میں ''یادوں کے اجالے''، ''ہجر کا تماشا''، ''چاند سا چہرہ'' اور ''ہجر کے رات دن'' شامل ہیں۔ بے شمار کتب زیرِ اشاعت ہیں جن میں حمد و نعت کا مجموعہ، نظموں کا مجموعہ، افسانوں کا مجموعہ ''ہمسفر'' اور ناول ''بدنام'' شامل ہیں۔

غزل

دیدۂ اشک بار دیکھے کون
میرے دل کا غبار دیکھے کون

اس پہ مرجاؤں ہو کبھی ایسا
جذبِ بے اختیار دیکھے کون

دل میں آنکھوں میں بس گیا آ کر
اس کو اب بار بار دیکھے کون

اس کی آنکھوں میں ڈوبنا تیرا
اے دلِ بے قرار دیکھے کون

دل میں ہیں دفن حسرتیں کیا کیا
حسرتوں کا مزار دیکھے کون

دل میں رکھا ہے دشمنِ جاں کو
یہ جنوں، میرا پیار دیکھے کون

جل رہا ہوں میں آگ میں کیسی
مجھ کو ہے کیا بخار دیکھے کون

میں نے کاٹی ہیں ہجر کی راتیں
جن کا ہے کیا شمار دیکھے کون

بے وفائی سی بے وفائی ہے
تیری اے میرے یار دیکھے کون

ہنس کے سہتا ہوں سب ستم اس کے
میرا صبر و قرار دیکھے کون

وہ ہے شہزاد ہر گھڑی دل میں
عشوۂ جاں بہار دیکھے کون

عامر عطاء

نام عامر حسین رضوی، تخلص عطاؔء، بی۔اے تک تعلیم حاصل کی ہوئی ہے۔ پیشے کے ضمن میں ''کمپیوٹر ہارڈ ویئر انجینئر'' ہیں۔ ہندوستان کے شہر کولکاتا سے تعلق ہے اور وہیں رہائش پذیر بھی ہیں۔ شاعری کی ابتداء ۲۰۰۹ء میں ہوئی جس کا سلسلہ پورے شد و مد سے جاری ہے۔ اصناف سخن میں حمد، نعت شریف، منقبت اور غزل میں خامہ فرسائی پسند کرتے ہیں۔ اب تک کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ۔

آپ کی نعتوں کے صدقے ہی مری پہچان ہے
ورنہ میں ہوں ایک معمولی سُخور یا نبیﷺ

ای میل ایڈریس Aamirfat007@gmail.com

غزل

کتنوں کو ہوتے دیکھا ہے بدنام عشق میں
دامن کو رکھ سنبھال کے ناکام عشق میں

جتنے بھی لمحے جاناں ترے بن بتائیں ہیں
صدیوں کی طرح گزرے وہ ایام عشق میں

حالت کو میری دیکھ کے کیوں چونک اٹھے ہو
یہ بات تو ہے یاروں بہت عام عشق میں

جس نے بھی پورے دل سے یہاں کی ہے عاشقی
پایا وہ بے وفائی کا انعام عشق میں

تنہائی میں بلکنا خیالوں سے جوجھنا
اکثر یہی تو ہوتا ہے انجام عشق میں

اب تک لگا ہے جس کو بھی یہ روگ پیار کا
اک پل کو پھر نہ پایا وہ آرام عشق میں

یہ جانتے ہوئے بھی ہے نقصان کا سودا
بکتے ہیں لوگ کیوں بھلا بے دام عشق میں

خواہش عطاء کی ہے دلی جس کی سحر نہ ہو
مل جائے کاش ایسی کوئی شام عشق میں

عبدالغنی ماہر

نام عابد عبدالغنی، تخلص ماہر، تعلیم ایل ایل ایم، وکالت کے پیشے سے وابستہ ہیں۔ حیدرآباد دکن، ورنگل، انڈیا میں سکونت اختیار کئے ہوئے ہیں۔ شاعری کی ابتداء ۲۰۱۱ میں ہوئی۔ اصناف سخن میں فی الحال غزلیات پر ہی توجہ ہے۔ تاحال کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی تاہم مستقبل قریب میں غزلوں کا مجموعہ منظرِ عام پر لانے کا ارادہ ہے۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے۔

انقلابی دور میں بھی ہم اٹھاتے ہیں قلم
کام لیتے ہم نہیں جذبات میں شمشیر سے
جسم کو تو قید کر سکتے ہو لیکن یاد ہو
تم خیالوں کو جکڑ سکتے نہیں زنجیر سے

ای میل ایڈریس:ghaniabdula@gmail.com

غزل

سنتا ہوں جب بھی آپ کے نغمات جانِ من
رہتے نہیں ہیں قابو میں جذبات جانِ من

جب بھی ہوئی ہے تم سے ملاقات جانِ من
دل میں ہوئی ہے پیار کی برسات جانِ من

کرتے ہو کیوں عجیب سوالات جانِ من؟
دوں گا کبھی سکوں سے جوابات جانِ من

دیدار کا خیال ستائے مجھے صنم
دکھ جائے رخ حسیں تو ہو سوغات جانِ من

اک بے قصور کو سزا مجرم کو چھوٹ ہے
کیسے بدل گئے سبھی حالات جانِ من

تازی ہوا نہیں کوئی ملتا سکوں نہیں
بہتر لگے ہے شہر سے دیہات جانِ من

فتنہ ہمارے عشق میں پیدا کیے عدو
کیا کیا بتاؤں ان کے میں حرکات جانِ من

کی بے وفائی آپ نے ماہر سے بھی مگر
آیا ہے چھوڑ کر وہ مفادات جانِ من

غزل

کوئی افسانہ اور قیاس نہیں
عشق دریا ہے کوئی پیاس نہیں

جب سے دیکھا ہے جلوہ تیرا صنم
ہوش میں ہوں مگر حواس نہیں

تیری نظروں کے جام میں بے خودی
میکدوں سے مگر یہ آس نہیں

ہر ملاقات اک تماشہ بنی
میرا ملنا انہیں بھی راس نہیں

بات تیری سنی رقیب مگر
یار کی باتوں سی مٹھاس نہیں

مجھ پہ برسے جو سنگ نفرت کے
کیا وہ الماس ہیں جو پاس نہیں

تیرے کوچے میں جانے کو جانم
کوئی ڈر خوف اور ہراس نہیں

غم کے دریا بہت گرے ماہر
جب سمندر سا یار پاس نہیں

کہتے ہیں یار ہم سے ہے عشق کبھی نہیں
کہتے ہیں ان سے ہم نہیں عشق تو زندگی نہیں

ملتی ہے زندگی میں سب کو بھی خوشی کہیں مگر
ایسا کہاں ہے کوئی جو غم کے بغیر ہی نہیں

ہوتے ہیں فاصلے بھی کچھ ایسے لگیں قریب ہیں
آئے ہیں ایسے وہ مرے پاس کہ پاس ہی نہیں

آنکھوں سے جو پلائی تھی مجھ کو شراب مستی کی
مستی بھی ایسی ہی ہوئی پھر آنکھ مری کھلی نہیں

آئے تھے بزم میں وہ مہمانِ خصوصی جو بنے
سننے لگے غزلِ صنم ایسے کہ شاعری نہیں

عشق نہیں مذاق ماہر کرے جان بھی طلب
لطف ہے دل لگی میں گو عاشقی دل لگی نہیں

عبدالقیوم عثمان

نام عثمان عبدالقیوم، ایم اے فنانس کے ساتھ ساتھ ایم اے اردو کیا ہوا ہے۔ اپنا کاروبار کرتے ہیں۔ مانچسٹر، یو کے میں رہائش پذیر ہیں۔ شاعری کی ابتداء کالج دور میں ہوئی تھی جس کا سلسلہ تا حال جاری ہے۔ اسلوب سخن میں صرف اور صرف غزل کی زلفِ گرہ گیر کے اسیر ہیں۔ شاعری کی کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی اور فی الحال اِس سلسلے میں کوئی ارادہ بھی نہیں رکھتے ہیں۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ؂

زندگی جس کی بستی میں مقفل گھر ہے
اور اِک یار کا در ہے جو ہوا سی ڈالے

غزل

یہ جان کر وہ ہمارے گاؤں میں آ رہے ہیں
ہم آنے والے تمام رستے سجا رہے ہیں

ہماری نیندیں ہمارے بس میں نہیں رہیں اب
ہمیں فلک کے یہ چاند تارے ستا رہے ہیں

ہماری راتوں میں آج تک ہیں تمہاری باتیں
ہم اپنے حصّے کا پیار اب تک نبھا رہے ہیں

ہم ایک کاغذ پہ لکھ رہے ہیں تمام قصّہ
اور آپ بیتی زمانے بھر کو سنا رہے ہیں

کبھی ملے تو تمہیں بتائیں گے کیسے گزری
وہ ایک مدّت کہ جس میں ہم تم جدا رہے ہیں

ہمارے حصے کا رزق اوروں میں بٹ رہا ہے
ہمیں ہمارے یہ درد اندر سے کھا رہے ہیں

زمین والوں سے کچھ غرض ہی نہیں ہے عثمانؔ
وہ سن رہا ہے جسے یہ سب کچھ سنا رہے ہیں

غزل

عشق والے اخیر کرتے ہیں
جو پرندے اسیر کرتے ہیں

تم تو ایسے سوال کرتی ہو
جیسے منکر نکیر کرتے ہیں

شاعری ہر کوئی نہیں کرتا
چند روشن ضمیر کرتے ہیں

یوں دعائیں بھی کون کرتا ہے
جیسے تیرے فقیر کرتے ہیں

آج عثمان آنکھ کو ہم بھی
مثلِ ابرِ مطیر کرتے ہیں

علیم اسرار

نام شیخ علیم، تخلص اسرار، تعلیم ایم۔اے، بی ایڈ ہے۔ درس وتدریس کے پیشے سے وابستہ ہیں۔ صوبہ مہاراشٹر (انڈیا) کے شہر ناندیڑ سے تعلق ہے اور وہیں رہائش پذیر ہیں۔ لکھنے کا شوق بچپن سے رہا افسانے کہانیاں مضامین ڈرامے لکھے کچھ نہ کچھ لکھنا عادت میں شامل تھا بہت کچھ لکھا، پھر ۲۰۱۵ء سے باضابطہ شاعری کا آغاز ہوا۔ اصناف سخن میں حمد، نعت، نظم، غزل سب پر خامہ فرسائی کی۔ مجموعۂ کلام بعنوان ''بازیچۂ سخن'' لانے کا ارداہ ہے۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے

حسرت کو دل کی باندھنا آساں نہیں مگر
لفظوں میں کھینچ خواب کا منظر اتار دے

ای میل ایڈریس alimned@gmail.com

غزل

حسیں چاند کی آرزو اور کسی دن
نئے خواب کی جستجو اور کسی دن

ہیں درپیش کتنے مسائل جہاں کو
کہو بے سبب گفتگو اور کسی دن

زمانے کی گردش میں الجھا ہوا ہوں
کہ ہونا مرے روبرو اور کسی دن

محبت کے عنواں سے جانِ تمنا
بہانے تم آنا لہو اور کسی دن

یہ مانا اگرچہ کہ سوکھی ہوئی ہے
بہے گی یہی آبِ جو اور کسی دن

شہرت کی ہم نے تمنا کی لیکن
یہ قصہ ہواکو بہ کو اور کسی دن

تجھے حال کہتا مخاطب بھی کرتا
اگر مجھ ہی سے ملتا تو اور کسی دن

غفران بن یعقوب

نام محمد غفران، قلمی نام غفران بن یعقوب، ولدیت مولانا ڈاکٹر محمد یعقوب صاحب قاسمی۔ ۲رجنوری ۱۹۹۹ءکو دھورہرا لکھیم پور میں پیدا ہوئے۔ یہی اِن کا اصلی وطن بھی ہے تاہم اس وقت لاتور مہاراسٹر، ہندوستان میں مقیم ہیں۔ تجوید وقرت عالمت اِن کی تعلیم ہے۔ انگلش بقدرِ ضرورت سیکھ رکھی ہے۔ امامت ومعلم کے پیشے سے منسلک ہیں۔ شاعری کی ابتداء دسمبر ۲۰۱۸ء میں ہوئی۔ اظہارِ ذات کے لئے اصناف سخن میں حمد ونعت، نظمیں ومنقبت درشان صحابہ و اولیاء، ترانے اور غزلیں شامل ہیں۔ اب تک کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی تاہم ایک کتاب ''صدائے ابن یعقوب'' کے نام سے اشاعت پذیر ہے۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے

غفرانؔ شاعری تجھے آتی نہیں مگر
احباب کی دعاؤں نے شاعر بنا دیا

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

ساری دنیا میں وہی لوگ چمک جاتے ہیں
جا کے طیبہ میں جو روضے سے چپک جاتے ہیں

جن کے دل میں مرے آقا کی نہیں ہے الفت
وہ درود آپ پہ پڑھتے ہوئے تھک جاتے ہیں

جن کو سرکار کی سنّت سے نہیں کچھ مطلب
راہِ اسلام سے وہ لوگ بھٹک جاتے ہیں

سیرت آقا سے جو لوگ نہیں ہیں واقف
نعت کہنے میں ہمیشہ وہ اٹک جاتے ہیں

مدحت آقا نہیں کرتے فقط انساں ہی
ان کی مدحت میں پرندے بھی چہک جاتے ہیں

عشق سرکار سے دل جن کے معطر ہوتے
ان کے چہرے پہ تو انوار چھلک جاتے ہیں

جو بھی کثرت سے مرے آقا پہ پڑھتے ہیں درود
اُن کے اعمال اے غفران چمک جاتے ہیں

حافظ فصیح احمد

نام حافظ فصیح احمد، تخلص فصیح، تعلیم، ایم بی بی ایس۔ ہنوز طالبِ علم ہیں۔ کراچی سے تعلق ہے اور وہیں رہائش پذیر ہیں۔ شاعری کی ابتداء اسکول کے زمانے سے کی۔ اصنافِ سخن میں نظم، نعت اور غزل کو اظہار کا محبوب وسیلہ سمجھتے ہیں۔ ابھی تک کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی۔ نہ ہی مستقبلِ قریب مین اس کا امکان ہے۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے۔

پوچھا گیا، کمالِ محبت ہے کس کا نام؟
میں نے قلم سے نامِ محمد ﷺ بنا دیا

ای میل ایڈریس doctor.hfa@gmail.com

غزل

جو فدائے عالم تھیں صورتیں، نہیں ملتیں
شہر تھا کبھی اب تو تربتیں نہیں ملتیں

قصرِ شاہ کا در ہو، یا گدائے بے گھر ہو
موت سے کسی کو بھی مہلتیں نہیں ملتیں

ہر قدم پہ سیرت میں وصلِ یار ہوتا ہے
عاشقِ محمد ﷺ کو فرقتیں نہیں ملتیں

خلق میں بڑائی کا نسخہ انکساری ہے
خود پہ فخر کرنے سے عظمتیں نہیں ملتیں

قلب کو کشا کرلو، بال و پر کو وا کرلو
سر بلند کرنے سے رفعتیں نہیں ملتیں

عاشقوں کی بستی میں بے نیاز ہوجانا
الفتوں کے بدلے میں الفتیں نہیں ملتیں

دوستی میں یاروں کو یہ جو ٹوک دیتا ہے
گر فصیحؔ چپ رہتا، تہمتیں نہیں ملتیں

جیسے بیچ دریا میں کشتیاں الٹ جائیں
تیری سازشیں تجھ پر ایک دن پلٹ جائیں!

دشمنِ وطن جب بھی میلی آنکھ سے دیکھے
دھرتی ماں کے سب بیٹے آگے بڑھ کے ڈٹ جائیں

سر پہ جب کفن لے کر، آئے قافلہ دل کا
عقل کے سبھی کانٹے راستے سے ہٹ جائیں

تم سے اس لیے بھی میں مسکرا کے ملتا ہوں
رسم و راہ سے دل کے فاصلے سمٹ جائیں

موت آنے سے پہلے مر رہا ہے اک بوڑھا
جس کے بیٹے گھر میں ہی سرحدوں میں بٹ جائیں

ایسی بربطِ دل سے گیت کیسے ممکن ہے
فن کا ہاتھ لگتے ہی جس کے تار کٹ جائیں

قدسیہ ظہور

نام قدسیہ ظہور، تخلص قدسی، تعلیم کے مد میں ایم اے معاشیات، ایل ایل بی کر رکھا ہے۔ شعبۂ تدریس سے منسلک ہیں۔ نوشہرہ (خیبر پختونخواہ)، پاکستان میں رہائش پذیر ہیں۔ تا حال کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی تاہم مستقبل میں اس کے امکان کو در نہیں کیا جا سکتا۔ غزل اور کچھ حد تک نظم کو اظہارِ ذات کا وسیلہ بنایا ہوا ہے۔

ای میل stars.weety@hotmail.com

غزل

دل پہ لگتی ہے چوٹ کاری کیوں
عشق پڑتا ہے اتنا بھاری کیوں

جس کے ہونے سے بے قراری تھی
جا چکا ہے تو بے قراری کیوں

چارہ گر تجھ سے حوصلہ تھا بہت
غم کی سب شدتیں تھیں کاری کیوں

میں نے تو وصل خواب دیکھا تھا
میرے سینے پہ ہجر آری کیوں

تجھ سے نسبت کا باب ہائے اللہ
دھڑکنوں پر ہے ورد جاری کیوں

تجھ کو آنکھوں میں جب بھی بھرتی ہوں
مجھ پہ ہوتا ہے سحر طاری کیوں

کتنے لوگوں نے پیار پایا ہے
ایک قدسیؔ ہے ہجر ماری کیوں

ڈاکٹر قمر عالم قمر

نام محمد قمرِ عالم، تخلص قمر، ابتدائی تعلیم بہار انٹر میڈیٹ کونسل پٹنہ، فوقانیہ مدرسہ بورڈ پٹنہ سے حاصل کی۔ بعد ازاں ایم۔بی۔ای۔ ایچ کی پیشہ وارانہ ڈگری کولکاتہ سے حاصل کی۔ پیشہ ہومیو پیتھی کلینک پریکٹس ہے۔ رہائش محلہ شیخپورہ، سوپول، بیرول، دربھنگہ (انڈیا) میں ہے، شاعری کی ابتدا 1992ء سے کی۔ اصناف سخن میں غزل اِن کا خصوصی میدان ہے۔ اب تک کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی تاہم غزلوں کا ایک مجموعہ صدائے قمر کے نام سے زیرِ ترتیب ہے۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے۔

عقل کی اپنی دلیلیں دل کا ہے اپنا مزاج
بس ہمیں یہ جاننا ہے اِن میں بہتر کون ہے

ای میل md.quamre2016alam@gmail.com

غزل

یہی ہر وقت میں بھی سوچتا ہوں
تُو ہی مجھ کو بتا میں تیرا کیا ہوں

کوئی تو سوچ کر زندہ ہے مجھ کو
کسی کی دھڑکنوں کی میں ہوا ہوں

مرے اندر میں شاید تُو بسا ہے
میں تو اپنے بدن میں مر گیا ہوں

مرا مقصد اجالے بانٹنا ہے
مگر میں ایک مٹی کا دیا ہوں

بنا میرے نہیں ہے تُو مکمل
اگر تُو ہے غزل میں قافیہ ہوں

تکبر ہے نہیں مجھ میں ذرا بھی
شجر پھلدار ہوں پھر بھی جھکا ہوں

ہواؤ! جا کے کہہ دو یہ قمؔر سے
جدا ہو کے نہ میں اس سے جدا ہوں

ہوتا ہے ذکر تیرا نماز و اذان میں
بجتے ہو تم ہمیشہ ہی مُرلی کی تان میں

خوشبو نکل رہی ہے یہ رکھنا دھیان میں
کرنے لگا ہوں بات میں اردو زبان میں

اس نے عدالتوں کو بھی گمراہ کر دیا
کتنا ہے یہ تضاد بھی اس کے بیان میں

تم کیوں اُچھالتے ہو یہ پتھر کسی طرف
دیوار تو ہے شیشے کی تیرے مکان میں

راون کو تو اسی کی تکبر نے کھا لیا
مانا کہ تھا بہت بڑا علم و گیان میں

دنیا میں جسم اپنا کہیں بھی رہے قمرؔ
رہتا ہے دل ہمارا یہ ہندوستان میں

کوثر اسلام قائل

نام کوثر اسلام، تخلص قائل، تعلیم ایم اے اسلامیات۔ درس و تدریس کے پیشے سے وابستہ ہیں۔ خیبر پختونخوا کے شہر صوابی سے تعلق ہے اور وہیں رہائش پذیر ہیں۔ شاعری کی ابتداء میٹرک میں کی تھی۔ پھر چھوڑ دی۔ ۲۰۱۸ء میں دوبارہ شروع کی، جس کا سلسلہ تا حال جاری ہے۔ اصناف سخن میں غزل کی زلفِ گرہ گیر کے اسیر ہیں۔ ابھی تک کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی تاہم مستقبل قریب میں اس کا ارادہ ضرور رکھتے ہیں۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ؎

کس درجہ تار تار ہے پوشاک زندگی
قائل یہاں کسی کو رفوگر نہیں ملے

ای میل kausarislam03@gmail.com

اغیار کے کارن کبھی دلدار کے کارن
یہ زندگی دشوار ہے پندار کے کارن

اب ہے ہی نہیں کوئی بھلائی کا تصور
برباد سوا ہو گیا ایثار کے کارن

لاکھوں ہی بہادر تھے مگر ناخدا بزدل
لشکر ہی کوئی ہارا ہے سالار کے کارن

اب تو کسی تشہیر کا محتاج نہیں میں
مشہور میں جب ہو گیا افکار کے کارن

کب ایسے مصائب کبھی دیکھے تھے ستمگر
ہیں جتنے مصائب ترے دیدار کے کارن

قائل ہیں یہاں لوگ سبھی زر کے پجاری
ایمان بھی بیچیں گے یہ دینار کے کارن

نام گوہر رحمٰن، تخلص گہر، مردان خیبر پختونخواہ (پاکستان) کے شہر مردان سے تعلق رکھتے ہیں اور وہیں مقیم ہیں۔ تعلیم بی اے مع سرٹیفکیٹ ان جرنلزم ہے۔ پیشہ درس وتدریس ہے۔ بہت اچھے گرافک ڈیزائنر ہیں۔ اصناف سخن میں مرغوب حمد ونعت ہیں جبکہ غزل، نظم، نثر، فکاہیہ، مضامین، انشائیہ، فکاہیہ، افسانہ وغیرہ میں تسلسل سے خامہ فرسائی فرماتے رہتے ہیں۔ خاصے پرگو شاعر ہیں، تقریباً روزانہ کے حساب سے کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے ہیں۔ اردو کے علاوہ پشتو زبان کے بھی اچھے شاعر ہیں۔

ای میل Sufi2014.fa@gmail.com

غزل

خوب کالا ہے آج کا قانون
ہے جو میرے سماج کا قانون

ٹیکس ہر چیز پہ ہوا نافذ
معتمد کے خراج کا قانون

تم اگر آؤ میں بھی آوں گا
ایک رسم و رواج کا قانون

سو کماؤ ہزار خرچ کرو
بن گیا کام کاج کا قانون

پاک کا جو امیر طبقہ ہے
ہے اسی کے مزاج کا قانون

پیٹ بھرنے کا کیا ہے؟ پیمانہ
کچھ نہیں ہے اناج کا قانون

خون چوسا گھر عوامی ہے
بس یہی ایک راج کا قانون

محمد احمد زاہد

نام قمر عباس زاہد، قلمی نام محمد احمد زاہد، سانگلہ ہل ضلع ننکانہ صاحب میں رہائش پذیر ہیں۔ عربی اور اسلامیات ایم اے کر رکھا ہے۔ صدائے حق کے نام سے فیس بک پر حالاتِ حاضرہ پر کالم بھی لکھتے ہیں۔ شاعری کرتے ہوئے تقریباً چھ سات سال ہو چکے ہیں جو ہنوز جاری ہے۔ پسندیدہ شاعر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ فی الحال کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی تاہم اگلے سال تک نعتیہ کلام کے مجموعے کی اشاعت کا منصوبہ ہے۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ۔

تمہیں کیسے گوارہ ہو رہا ہے
ہمیں جو بھی خسارہ ہو رہا ہے

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

تجھ سے تری رحمت اے خدا مانگ رہے ہیں
بس شہر مدینہ کی ہوا مانگ رہے ہیں

دنیا میں نہیں ہم کو کسی چیز کی حاجت
محشر میں ملے اُن ﷺ کی رضا مانگ رہے ہیں

جس دم بھی قضا آئے لبوں پر ہو محمد ﷺ
ہر روز یہی رب سے دعا مانگ رہے ہیں

چھائی ہے گناہوں کی گھٹا میرے جو سر پر
رحمت کی مدینے میں ردا مانگ رہے ہیں

ہم کو نہ جہاں بھر کے اثاثوں سے غرض ہے
بس ہم تو محمد ﷺ سے عطا مانگ رہے ہیں

محمد اشرف رضا اسماعیلی بستوی

نام محمد اشرف رضا، قلمی نام محمد اشرف رضا اسماعیلی بستوی، تعلیم قاری وفضیلت و دیگر۔ مقام اندولی، بستی، یوپی میں پیدا ہوئے اور وہیں رہائش پذیر بھی ہیں۔ ۲۰۱۵ء سے شاعری کر رہے ہیں۔ حمد ونعت، غزل اور نظم کو اظہارِ ذات کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور انہیں اصنافِ سخن میں شاعری کرتے ہیں۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ؎

چمکتا ہے ایسے ہی عاشق نبی ﷺ کا
انگوٹھی میں جیسے نگینہ ہے روشن

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

مرے مصطفیٰ ﷺ کا مدینہ ہے روشن
وہاں کا ہر اک ذرّہ ذرّہ ہے روشن

تو پاگل ہے نجدی تجھے کیا پتہ ہے
غلام نبی ﷺ کا قرینہ ہے روشن

یقیں گر نہ آئے وہاں جا کے دیکھو
مدینے کی گلیوں کا منگتا ہے روشن

بریلی مسولی سے بغداد ہو کر
یہی شہرِ طیبہ کا رشتہ ہے روشن

چمکتا ہے ایسے ہی عاشق نبی ﷺ کا
انگوٹھی میں جیسے نگینہ ہے روشن

تو گستاخ ہے میں ہوں عاشق نبیﷺ کا
مرا اس لئے مرنا جینا ہے روشن

تُو اندھا ہے نجدی تو دیکھے گا کیسے
شہِ انبیاءﷺ کا گھرانہ ہے روشن

جو نعت نبیﷺ لکھ رہا ہے تو اشرؔف
تمہارا اِسی سے ہی جلوہ ہے روشن

مُحمّد خلیل الرّحمٰن خلیل

نام مُحمّد خلیل الرّحمٰن، تخلص خلیل، تعلیم ایم اے، ایم ایڈ، ایل ایل بی ہے تاہم روزگار کے لئے تعلیم و تدریس کے شعبے سے وابستہ ہیں۔ اسلام آباد میں رہائش پذیر ہیں۔ شاعری کا آغاز ۲۰۱۰ء میں کیا جو ہنوز جاری ہے۔ اصنافِ سخن میں حمد، نعت، غزل اور فکاہیہ نظمیں وغیرہ ابلاغ کا پسندیدہ ذریعہ ہیں۔ حمد و نعت پر مشتمل شاعری کا ایک مجموعہ ''نورِ حرا'' شائع ہو چکا ہے۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ؎

قرآن پڑھ کے دیکھ اطاعت کے واسطے
ذکرِ رسول ﷺ ملتا ہے ذکرِ خدا کے ساتھ

ای میل muhammadkhalilr6@gmail.com

غزل

کھانے لگے زیادہ ہیں نسوار دن بدن
پھیکے پڑیں نہ کیسے یہ سرکار دن بدن

جو پارلر میں جاتے ہیں شکلیں سنوارنے
وہ دل کو کیوں نہ بھائیں گے دلدار دن بدن

جب سے بڑھا ہے گھر میں پڑوسن کا سلسلہ
بیگم کی بڑھتی جائے ہے یلغار دن بدن

جیلوں میں جا پڑے ہیں بڑے چور دیس کے
پس باقیات صاحبِ کردار دن بدن!

ہے فیس بک کے عشق کے جادو کا یہ کمال
ہونے لگے ہیں اپنے بھی اغیار دن بدن

فیشن کی آندھیوں سے بھری یو ٹیوب سے
بڑھنے لگے ہیں حسن کے بازار دن بدن

محبوب جس کا اور کوئی لے اُڑے خلیؔل
کیسے نہ ہو وہ روگ سے بیمار دن بدن

محمد خالد خان

نام محمد خالد خان، تخلص: خالدؔ، تعلیم ایم اے اردو، درس و تدریس سے وابستہ ہیں۔ سعید آباد انڈس روڈ، ڈیرہ اسماعیل خان میں رہائش پذیر ہیں۔ شاعری کی ابتدا جنوری ۲۰۱۶ء سے کی۔ اِس قدر مختصر وقت میں بھی اِن کے کلام میں بلا کی پختگی اور گہرائی ہے۔ اصنافِ سخن میں غزل و نظم کو فوقیت دیتے ہیں۔ فی الحال کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی تاہم اس ضمن میں مستقبل کے لئے پرامید ہیں۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ؎

لہو سے سینچنا پڑتا ہے دائم کشتِ الفت کو
نہالِ آرزو پر تب وفا کا رنگ چڑھتا ہے

ای میل ایڈریس mkhalidkhank786@gmail.com

غزل

پھول سب مُرجھا گئے پت جھڑ کی ہیں تیاریاں
قمریوں کی باغ میں پیہم ہیں آہ و زاریاں

عزم و ہمت گر نہ ہوں امروز سے تیرے عیاں
ہیں عبث فردا کے خوابوں سے تری دلداریاں

صحبتِ مرغِ چمن ہے موت تیرے واسطے
شہپرِ لاہوت کو زیبا نہیں بیکاریاں

چند سِکّوں کے عِوض بیوپار ہے اضمار کا
کتنے اَرزاں نرخ پر بکتی ہیں اب خودداریاں

عقلِ حیلہ ساز کو مرغوب ہے حجت مدام
عشق فہموں کو مگر آتی نہیں مکاریاں

اِک تماشائے مسلسل ہے جہانِ آب و گل
دیکھئے اب کب تلک جاری رہیں فنکاریاں

آئے گا اک آن میں جس دم پیامِ یومِ دیں
سب دھری رہ جائیں گی انسان کی طرّاریاں

ہے قریں خالدؔ بہت وقتِ رحیلِ کارواں
آخرت کے واسطے کر لے ذرا تیاریاں

غزل

نامِ پاکِ حق لیا ہے جب زُباں سے بالیقیں
ہر بنِ مُو سے ہوئی جاری ہے جوئے انگبیں

سُرم مازاغ ہو نُورِ خدا سے جب عطا
رُوئے زیبا دیکھ لیتا ہے مُحمد مُرسلیںﷺ

علمِ حق سے مطمئن ہوتا ہے جب مومن کا دل
مکرِ ابلیسِ شقی سے پھر وہ گھبراتا نہیں

فقر کے خرقہ میں پنہاں ہے مقامِ خواجگی
اس کی راہوں میں سدا رہتا خدا ہے ہم نشیں

کینہ و بغض و دغا سے بھر نہیں سکتا کبھی
ہو اگر دل میں ترے اُلفت خُدا کی جاگزیں

منفصل دنیائے فانی سے ہے عقلِ ناقصاں
فرد باں سے تا فلک اس کی رسا ممکن نہیں

بخت میں تیرے لکھا کیونکر ہے ایمانی کا ضعف
لا الہ پڑھ کر ملے گی قوّتِ کوہِ سُریں

فرقہ بندی میں فقط مسلم ترا نقصان ہے
تھام لے اب تو خدارا، رب کی وہ حبلِ متیں

کر عمل سے اب ذرا، خود کو بھی تُو لائق مرے
دے رہی ہے پھر صدائیں، تجھ کو وہ خُلدِ بریں

شمع بھی جلتی رہے، پروانہ بھی جلتا رہے
داستانِ عشق میں دونوں محبت کے امیں

محمد رضا نقشبندی

نام محمد رضا المصطفےٰ، تخلص رضؔا، قلمی نام محمد رضا نقشبندی، تعلیم بی اے-بی ایڈ۔ کل وقتی مشغلہ خدمت خلق و خطابت ہے۔کلاس والہ تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ میں رہائش پذیر ہیں۔شاعری کا آغاز ۲۰۱۷ء سے کیا جا کا سلسلہ تا ہنوز جاری و ساری ہے۔اصنافِ سخن میں نعت اور غزلیات اظہارِ ذات کے محبوب ذرائع ہیں۔کوئی کتاب تا حال شائع نہیں ہوئی اور نہ ہی مستقل قریب میں اس کا امکان ہے۔فیس بک کی ادبی سرگرمیوں میں خاصے متحرک ہیں۔ فیس بک پر آن لائن صوتی مشاعروں کا آغاز بھی اِنہیں کی اختراع ہے۔

ای میل razamustafa351@gmail.com

پاکستان

جان و دل سے پیارا پاکستان
سب سے بہتر ہمارا پاکستان

اس کا جھنڈا خدا بلند رہے
چاند روشن ستارہ پاکستان

لیلۃ' القدر میں خدا نے دیا
تجھ کو مسلم سہارا پاکستان

میرے چہرے کی تازگی دیکھو
میں نے دل میں اتارا پاکستان

فکر قائد کو لے کے آگے بڑھو
کر دو روشن یہ سارا پاکستان

بیچ موجوں کے اپنی تھی کشتی
تو بنا اک کنارہ پاکستان

سارے جھگڑے مٹاؤ اب لوگو
ہاں سجاؤ سارا پاکستان

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

اللہ کی پہلی آخری چاہت حضور ﷺ ہیں
تخلیق کائنات کا باعث حضور ﷺ ہیں

جلوے جہاں میں آپ ﷺ کے بکھرے ہیں چار سو
ہر ہر حسیں کے چہرے کی رنگت حضور ﷺ ہیں

چاہت حضور ﷺ آپ کی سرمایہ ہے مرا
میری تو ایک آپ ہی ثروت حضور ﷺ ہیں

انگلی کے اِک اشارے سے ہیں خور و مہ بندھے
یہ دنیا جانتی ہے کہ طاقت حضور ﷺ ہیں

ہم عاصیوں کے حشر میں پرسان حال ہیں
ہم عاصیوں کی حشر میں عزت حضور ﷺ ہیں

مخلوق نے ہیں گھیرے ہوئے آپ ﷺ کے قدم
محشر کی آپ ﷺ شان ہیں شوکت حضور ﷺ ہیں

ہر ایک شے پہ آپ ﷺ کا ہے سایۂ کرم
ہر ایک شے کے واسطے رحمت حضور ﷺ ہیں

غزل

پھول تتلی بہار کی باتیں
آؤ کرتے ہیں پیار کی باتیں

آج بستی میں وہ اکیلا ہے
جس نے کیں انتشار کی باتیں

کس نے آنکھوں کا تذکرہ ہے کیا
کس نے چھیڑیں خمار کی باتیں

بعد مجنوں کے آج ہوتی ہیں
میرے ناقہ سوار کی باتیں

چاند سورج بھی کرتے رہتے ہیں
میرے لیل و نہار کی باتیں

وہ مری عمر کا گزر جانا
وہ ترے انتظار کی باتیں

آج ہے سامنے تو لرزاں ہیں
وہ جو کرتے تھے دار کی باتیں

غزل

خدا ہونے سے ڈرتا ہوں
سزا ہونے سے ڈرتا ہوں

ترا ہونے سے ڈرتا ہوں
جدا ہونے سے ڈرتا ہوں

نہیں میں ہو سکا تیرا
خفا ہونے سے ڈرتا ہوں

مری ہیں خواہشیں اپنی
بڑا ہونے سے ڈرتا ہوں

بہت سے گرتے دیکھے ہیں
کھڑا ہونے سے ڈرتا ہوں

پتا لینے ہو آ جاتے
شفا ہونے سے ڈرتا ہوں

نہیں نکلا میں روحوں سے
میں کیا ہونے سے ڈرتا ہوں؟

محمد شہزاد گوہیر

نام محمد پرویز شہزاد گوہیر، تخلص شہزادؔ، تعلیم بی۔اے۔درس وتدریس کے پیشے سے وابستہ ہیں۔گولارچی، بدین میں مقیم ہیں۔شاعری کی ابتداء کب ہوئی، یہ یاد نہیں، شاید بچپن سے۔اظہارِ ذات کے لئے اصناف سخن میں غزل اور قطعہ کو پسند کرتے ہیں۔تاحال کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی، نہ مستقبلِ قریب میں اس کا امکان ہے۔ان کا نمائندہ شعر ہے ؎

گھر میں پہلے ہی جگہ کم ہے مرے رہنے کو
اور تری یاد بھی مہمان بنی بیٹھی ہے

ای میل shehzadgohir@gmail.com

غزل

چاندنی راتوں میں اکثر یوں کھلا ہے آسماں
جیسے بادل کے برسنے سے دھلا ہے آسماں

تتلیوں کے خواب الجھے اور فلک پر چھا گئے
بادلوں کے نرم دھاگوں سے سلا ہے آسماں

آگ سی پگھلے ہوئے سورج پہ اگنے لگ پڑی
قطرہ قطرہ درد سہہ کر پھر پلا ہے آسماں

چاند کی نازک سی کرنیں پھر زمیں پر آ گئیں
اس بہانے یاب زمیں سے آ ملا ہے آسماں

تیرگی سے روشنی پھر روشنی سے روشنی
روشنی سے رنگ لے کر پھر ڈھلا ہے آسماں

موسموں کی دھوپ نے جھلسا دیا آفاق کو
جس طرح سے ہم جلے ویسے جلا ہے آسماں

میرے دل کا بوجھ ہے شہزاد میری آگہی
آدمیت کا مری ایسا صلہ ہے آسماں

محمد ایاز بسمل

نام ملک خان، تخلص ایاز بسمل، تعلیم ایف۔اے۔ضلع خوشاب سے تعلق ہے اور ناڑی شمالی خوشاب میں رہائش پذیر ہیں۔شاعری سے لگاؤ بچپن ہی سے تھا۔باقاعدہ اردو شاعری کا آغاز ۲۰۱۶ء سے اور پنجابی سرائیکی شاعری کا آغاز ۲۰۱۸ء سے کیا۔ابھی تک کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی۔ اِن کا نمائندہ شعری ہے ۔

جنازے خواہشوں کے دیکھ کر بسملؔ
فنا و زیست کی ماری بقا روئی

غزل

خاک خاک سارا ہوں
منفرد نظارا ہوں

خاک کا اشارا ہوں
کب فلک کا تارا ہوں

موت کے مسیحا میں
زندگی کا مارا ہوں

کیوں خفا ہے مجھ سے وہ
جس کو جاں سے پیارا ہوں

اپنی میں محبت کا
معتبر سہارا ہوں

جھیل گر ہو تم تو میں
جھیل کا کنارا ہوں

بات مختصر سی ہے
میں فقط تمہارا ہوں

لکھ رہا ہوں میں ترے ہر اک کرم کی داستان
گرتے اشکوں سے محبت کے بھرم کی داستان

وقتِ رخصت ہر طرف تھیں سسکیاں اے بے بسی
کس طرح یہ بھول جاؤں رنج و غم کی داستان

ہجر کی سولی پہ چڑھتا ہے ہمیشہ وصل کیوں؟
دیکھ پڑھ کر عشق کے دین و دھرم کی داستان

ہجرتوں کی ڈائری میں لکھ رہے ہیں آبلے
کاروانِ زیست کے ہر اک قدم کی داستان

لمحہ بھر میں دل جلوں کے دل جلوں کی بزم میں
دل فسردہ کر گئی ہے چشمِ نم کی داستان

چیر کر دشت و جبل کو تیشۂ فرہاد نے
عشق کی تاریخ میں لکھی رقم کی داستان

منور جہاں منور

نام سیّدہ منور جہاں زیدی، قلمی نام منور جہاں منور، تعلیم ایم ایس سی، سوشل میڈیکل آفیسر رہ چکی ہیں اور اب ریٹائرمنٹ کی زندگی گزار رہی ہیں۔ کینڈا میں مقیم ہیں۔ اردو ادب سے بچپن ہی سے لگاؤ رہا ہے۔ شاعری میں خصوصی دلچسپی رکھتی ہیں۔ اصنافِ سخن میں ابلاغ کا محبوب ذریعہ غزل ہے۔ دو کتابیں ''داستان'' اور ''سلسلۂ رنگِ عقیدت'' شائع ہو چکی ہیں۔ مستقل قریب کی متوقع کتابوں میں ''منزلِ عشق''، ''گلہائے رنگ رنگ'' اور ایک اور شاعری کا مجموعہ شامل ہے جس کا نام ابھی رکھنا باقی ہے۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے۔

بہت حسین ہے تیرے خیال کی دنیا
جہاں پہ کوئی نہ تھا ہم وہاں بھی ہو آئے

غزل

گر سن سکے تو مجھ سے مری داستان سن
دل میں چھپا ہے رنج و الم کا جہان سن

لوگوں نے جانے کیسے فسانے بنا دئے
لیکن نہ کچھ بھی کہہ سکی میں بے زبان سن

افسانہ زندگی کا بڑا ہی عجیب ہے
ایک ایک لفظ اس کا بہت ہے مہان سن

وہ اور ہوں گے ڈر گئے دنیا سے اور میں
تنہا کھڑی ہوں سامنے تانے کمان سن

بربادیوں نے کیسا تماشا بنا دیا
ہوتی تھی آسمان پہ میری اڑان سن

دنیا بری بلا ہے زمانے سے تھا سنا
لیکن میں دے سکی نہ کوئی بھی دھیان سن

گزرا ہے اک زمانہ منوّر مگر ابھی
ہے وقت اب بھی کھول دے اپنی زبان سن

محمد منہاج پرتاپگڑھی

نام محمد منہاج پرتاپگڑھی، تخلص منہاج، ہندوستان کے ایک مشہور شہر پرتاپگڑھ، یوپی میں رہائش پذیر ہیں۔ درسِ نظامی سے فارغ التحصیل ہیں۔ شاعری کی ابتداء ۲۰۱۶ء سے شروع ہوئی جس کا سلسلہ تاحال جاری وساری ہے۔ محبوب اصنافِ سخن، جن میں خامہ فرسائی کرنا پسند کرتے ہیں اُن میں حمد ونعت ومنقبت سرِ فہرست ہیں۔ کتاب ابھی تک کوئی شائع نہیں ہوئی۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے؎

لکھتا ہوں ان کی شان میں کچھ نعتیہ کلام
فضلِ خدا سے آج یہ عزت ملی مجھے

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

دل میں جو الفتِ سرکار ﷺ بسا بیٹھے ہیں
خود کو وہ آتشِ دوزخ سے بچا بیٹھے ہیں

میرے سرکار ﷺ بلا لیں گے مجھے بھی طیبہ
ایک مدت سے یہی آس لگا بیٹھے ہیں

مصطفٰے جانِ دو عالم ﷺ کی حسیں محفل میں
پڑھ کے نعتِ نبی ﷺ قسمت کو جگا بیٹھے ہیں

جنگ میں ہار کا چہرہ وہ نہیں دیکھے گا
اپنے ماں باپ کی جو لے کے دعا بیٹھے ہیں

قبر میں ہو گا ضرور ان کو نبی ﷺ کا دیدار
اپنے لب پر جو درودوں کو سجا بیٹھے ہیں

اپنے نانا کی شریعت کو بچانے کے لئے
کربلا میں وہ بہتر کو لٹا بیٹھے ہیں

مدحتِ شانِ پیمبر ﷺ کے طفیل اے منہاجؔ
خلد میں جانے کا سامان بنا بیٹھے ہیں

نادیہ سحر

نام نادیہ سحر، تخلص سحؔر، تعلیم بی اے، ملتان میں رہائش پذیر ہیں۔ شاعری کی ابتداء ۱۹۹۸ء میں کی جو تا حال پورے زور و شور سے جاری ہے۔ اصناف سخن میں حمد، نعت، سلام، منقبت، غزل، نظم، طنز و مزاح میں طبع آزمائی کرتی رہتی ہیں۔ کتاب فی الحال کوئی شائع نہیں ہوئی تاہم ایک شعری مجموعہ زیرِ اشاعت ہے۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ؎

تو نے دُکھتا ہوا دل ، اور دُکھا ڈالا ہے
ایسے ہوتے ہیں مسیحا ؟ یہ مسیحائی ہے؟

ای میل ایڈریس nadiasahar7500@gmail.com

غزل

تو سماتا ہے کہاں ، میں تری مورت رکھوں
کس خزانے میں ترے پیار کی دولت رکھوں

اِس قدر پیار جھلکتا ہے ترے لہجے سے
جی میں آتا ہے ترا نام محبت رکھوں

چند خوابوں کی ملاقات میں رکھا کیا ہے
ملنے جلنے کی کوئی اور بھی صورت رکھوں

تو جو مل جائے تو پھر ہاتھ سے جانے ہی نہ دوں
بند تالے میں کہیں میں تری رخصت رکھوں

تجھ کو تعویذ بناؤں میں گلے میں پہنوں
اپنے ہونٹوں پہ تری یاد کی آیت رکھوں

چند لمحے ہی سہی تجھ سے ملاقات رہے
اتنے مصروف زمانے میں بھی فرصت رکھوں

ذکر ہو ساتھ ترا شام و سحر کی صورت
مر بھی جاؤں تو ترے نام سے نسبت رکھوں

یہ زندگی تو کچھ ایسی بھی خوشگوار نہیں
تو اس کا یہ نہیں مطلب کہ تم سے پیار نہیں

سپردگی ہو کہ بے اعتناء ہو چاہت میں
کسی بھی جذبے پہ اب مجھ کو اختیار نہیں

بس ایک بار اگر ہاں کہی، تو سمجھو ہاں
زبانِ دل اسے دہراتی بار بار نہیں

نہ قیس تم ہو نہ لیلیٰ ہوں میں، خیال رہے
ہمارے سامنے صحراؤں کا غبار نہیں

ہماری حالتِ دل ہے بیان سے باہر
یہ کیا ہوا کہ تمھارا بھی انتظار نہیں

سحرؔ وہ لے گیا سب خواب چھین کر جب سے
ہمارے بخت میں اب نیند کا خمار نہیں

مرے شہر آ کے چلا گیا، مجھے ایک پل کو ملا نہیں
وہ چلا گیا مجھے یوں لگا میرے پاس کچھ بھی بچا نہیں

کہو کس قصور کی دی سزا ،کہ تمھی کو جانِ وفا کہا
سوا اُس کے تو مرے ہم نوا ،میری اور کوئی خطا نہیں

مری جان لے گی یہ بے رخی ،مری جان اتنا تو سوچ لے
تری جان لیوا بیگانگی ، مری چاہتوں کا صلہ نہیں

مری زندگی میں نہیں تو کیا ،مرے دل میں اب بھی مقیم ہو
مری زندگی ہے بجھی بجھی ، مرا دل ابھی بھی بجھا نہیں

مری سانس چلتی ہے کس لئے ، ہیں بحال کیسے یہ دھڑکنیں
ترے بن جیوں کہو کس طرح ،کوئی زندگی کی وجہ نہیں

وہی سوچ میں ، وہی یاد میں ، وہی صبح میں ، وہی خواب میں
سحرؔ اُس کو کیسے جدا کہوں ، جدا ہو کے بھی جو جدا نہیں

اپنی آنکھوں میں حسیں خواب سجائے کچھ دن
خود فریبی میں سہی، ہم نے بتائے کچھ دن

اُس کی قربت سے مہکنے لگیں سانسیں میری
خواب جینے کے مجھے اس نے دکھائے کچھ دن

زندگی ساتھ گزر جاتی تو اچھا ہوتا
شکریہ! جتنے مرے ناز اٹھائے کچھ دن

آرزو تھی کہ محبت سے مہکتی جاؤں
اس نے بالوں میں مرے پھول سجائے کچھ دن

پھر اسے میری طلب اور زیادہ ہوتی
اپنے ہاتھوں سے پلاتی اسے چائے کچھ دن

تیرے جاتے ہی سحؔر کھو سی گئی ہو جیسے
کتنی روشن تھی مری خواب سرائے کچھ دن

نازیہ حسین

نام نازیہ ابدالی، قلمی نام نازیہ حسین، تخلص نازیہ۔ لائبریری اینڈ انفارمیشن سائنس میں ماسٹرز کیا ہوا ہے۔ اِسی پیشے سے وابستہ رہی ہیں۔ کراچی سے تعلق ہے اور وہیں مقیم بھی ہیں۔ شاعری کی باقاعدہ ابتداء ۲۰۱۶ء سے کی جو تا حال جاری ہے۔ اصنافِ سخن میں نظم، غزل اور قطعات میں قلم آرائی کو پسند فرماتی ہیں۔ کتاب تا حال کوئی شائع نہیں ہوئی، تاہم اس ضمن میں مستقبل کے بارے میں پرامید ہیں۔ ان کا نمائندہ شعر ہے ؎

تضحیک بے کسوں کی نہیں ٹھیک نازیہ
کشکول میں نہ ڈالئے سکہ اچھال کے

غزل

اس نے حصار میں کچھ یوں رکھا تھا اِک زمن
محسوس ہو رہی ہے مجھے اب تلک گھٹن

ہم نے تو آپ سے کوئی شکوہ نہیں کیا
کیوں آپ کی جبین پر آئی ہے یہ شکن

رکھتا ہے اپنے دل میں وہ ایسی ہی لگن
مجھ کو یقینِ واثق ہے، چھو لے گا اب گگن

ہر شخص زندگانی میں اپنی ہے بس مگن
دنیا میں ہو گیا ہے سبھی کا یہی چلن

کچھ ایسا خوف پھیلا ہے صیاد کا کہ اب
فصلِ بہار میں بھی ہے خالی سبھی چمن

منزل ضرور ملتی ہے ان کو بھی ایک دن
لگتے نہیں ہیں جن کو یہ رستے کبھی کٹھن

ہوگا تمام کب تک مری زیست کا سفر
اب ہو گئی ہے مجھ کو تو یارو بہت تھکن

کیسے سجاؤں تارے میں راہوں میں اے صنم
میرا تو خود ہی ہو گیا خالی سبھی دمن

رہتا نہیں اجالا تو تا عمر نازیہ
لگتا ہے چاند کو بھی تو آخر کبھی گہن

قاری نسیم منگلوری

نام نسیم احمد، تخلص قاری نسیم منگلوری، تعلیم حفظ وتجوید، ایم اے اردو، ایم اے تاریخ، ڈپلومہ ان جنرلزم اینڈ ماس کمنیوکیشن۔ درس وتدریس اور صحافت کے پیشے سے وابستہ ہیں۔ قصبہ منگلور ضلع ہری دوار، اتراکھنڈ، قصبہ منگلور میں رہائش پذیر ہیں۔ شاعری کی ابتداء ۲۰۰۱ء میں ہوئی۔ اصنافِ سخن میں حمد، نعت، منقبت، غزلیں اور نظمیں پسندیدہ ابلاغ کے ذرائع ہیں۔ اکتسابِ سخن قاضی سید عرشی کاظمی صاحب سے حاصل کیا۔ دو کتابیں ''ہم نے کیا کھویا کیا پایا'' اور ''عورت نماز کیسے ادا کرے'' شائع ہو چکی ہیں۔ آنے والی تصانیف میں شعری مجموعہ ''بوئے نسیم''، ''کلام قاضی سید عرشی کاظمی''، ''خوشحال زندگی کے سنہری اصول''، ''گلستان مصطفیٰ (نعتیہ و منقبتی مجموعہ)'' اور ''منگلور تاریخ کے آئینہ میں (ہندی)'' شامل ہیں۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ؎

جسے ہم نے بخشا عروجِ فن، جسے فرش سے ہے کیا بلند
اُسی کم نظر کی نگاہ میں، نہ میں کچھ نہ میرا مقام ہے

ای میل ایڈریس qarinaseemmanglouri@gmail.com

غزل

جو آپ نے سنی وہ مری داستاں نہیں
سچ کہہ نہ پائے جو کہ وہ مری زباں نہیں

اٹھتی ہے انگلیاں ترے بیمار کی طرف
جلدی سے آ کہ جسم میں مرے تو جاں نہیں

دھوکہ دھی، فریب و دغا اور نفرتیں
تم ہی بتاؤ ایسی جگہ یہ کہاں نہیں

وہ اپنی خوش کلامی سے دل چھینتا رہا
مکار اس کے جیسا بھی اے ہم زباں نہیں

گزرے ہیں ترے پاس سے ہم اس طرح نسیم
قلب و جگر میں آگ لگی اور دھواں نہیں

تیر دل پر مرے چلاتے ہیں
زیرِ لب جب وہ مسکراتے ہیں

اس کی آنکھوں کا نشہ کیا کہیے
بے پیے لوگ ڈگمگاتے ہیں

وہ جو بنتے ہیں ہوشیار بہت
ہر قدم پر فریب کھاتے ہیں

اُن کو ملتی ہے منزلِ مقصود
ہمت و عزم جو دکھاتے ہیں

آنے والوں سے کیا امید رکھیں
آنے والے تو لوٹ جاتے ہیں

یہ بھی اُن کی عجیب ادا ہے نسیم
باتوں باتوں میں روٹھ جاتے ہیں

غزل

بو تو نفرت کی ہے فضاؤں میں
کیسے لوں سانس ان ہواؤں میں

تھا جسے ناز اپنی طاقت پہ
گھر چکا ہے وہ خود بلاؤں میں

دین بھی اس کا اور دنیا بھی
جو ہے ماں باپ کی دعاؤں میں

اے خدا وہ بھی کچھ ہماری طرح
درد میں، رنج میں ، فغاؤں میں

فتنے پنہاں ہیں ہوش باش نسیم
اس کی جادو بھری اداؤں میں

غزل

جو لبوں پر گلاب رکھتے ہیں
وہ دلوں میں سُراب رکھتے ہیں

یہ خموشی ہے مصلحت ورنہ
ترا ہر اک جواب رکھتے ہیں

منحصر کب ہے یہ فِرشتوں پر
ہم بھی ہر اِک حساب رکھتے ہیں

جو مکمل یقیں نہیں رکھتے
وہ اُدھورے ہی خواب رکھتے ہیں

باحیا ہیں نسیم آج وہی
جو جھلکتی نِقاب رکھتے ہیں

خزاں زدہ کا چمن میں کہیں مزار نہیں
نظامِ حسنِ گلستاں بھی پر بہار نہیں

میں تجھ سے ترکِ تعلق کروں تو کیسے کروں
نظر پہ قابو مجھے دل پہ اختیار نہیں

وہ معتبر ہیں ہر اک اعتبار سے لیکن
مجھے اے زندگی پر ترا اعتبار نہیں

تھکا دیا ہے زمانے کی الجھنوں نے مجھے
مری نگاہ میں خود زیستِ افتخار نہیں

تمھارا غم کبھی تنہا نہیں رہنے دیتا
یہ کس نے کہدیا اس دل کا غمگسار نہیں

قفس میں رہنے کی عادت سی ہوگئی ہے نسیم
ہوائے گلستاں گو اب بھی سازگار نہیں

نور پاتوری

نام نور احمد، تخلص پاتوریؔ، قلمی نام نورؔ پاتوری، تعلیم میٹرک، درس و تدریس کے پیشے سے وابستہ رہے ہیں، ان دنوں ریٹائرمنٹ کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اکولہ مہاراشٹر، بھارت سے تعلق ہے اور وہیں رہائش پذیر ہیں۔ شاعری کی ابتداء ۱۹۶۵ء میں کی جو تا حال جاری ہے۔ اصنافِ سخن میں حمد، نعت، غزل اور نظم کو اظہار کا ذریعہ بنایا ہوا ہے۔ حمد و نعت اور ارکانِ خمسہ کی طویل نظموں کا مجموعہ ''امانت'' اور شاعری کا ایک اور مجموعہ ''گرد باد'' کے نام سے شائع ہوا۔ مجموعۂ غزلیات ''صبحِ نو'' کے نام سے شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ؎

کل مرے آنگن میں آیا کھیلتا اک گرد باد
خط کے پرزے پھاڑ کر پھینکے ہوئے لوٹا دیے

ای میل noorpaturi505@gmail.com

غزل

تھوک دیں آپسی نفرت کے نوالے اک دن
پھیل جائیں گے محبت کے اجالے اک دن

سامنے منزلِ مقصود نظر آئے گی
کام آئیں گے ترے پاؤں کے چھالے اک دن

میری مظلوم صدا عرش ہلا ڈالے گی
بااثر ہونگے یہ فریاد یہ نالے اک دن

جس کو بچپن سے بڑے ناز سے پالا ہم نے
اس پرندے نے بھی پر اپنے نکالے اک دن

مختصر عمر ہے یہ دنیا ہے مہمان سرا
ہم کو ہونا ہے اسی رب کے حوالے اک دن

جسم کے اعضاء بیاں کردیں گے سچی باتیں
خود زباں کو تری لگ جائیں گے تالے اک دن

سختیاں نوؔر مزاجوں میں ہیں ہر موسم کے
پڑ گئے رنگ کڑی دھوپ سے کالے اک دن

نوید ظفر کیانی

نام نوید کیانی، تخلص ظفر، تعلیم ایم ایس سی (کمپیوٹر سائنس)، پشتینی تعلق کنٹیام، گوجر خان سے ہے تاہم رہائش اسلام آباد میں اختیار کئے ہوئے ہیں۔ایک نیم سرکاری ادارے میں ملازمت کر رہے ہیں۔شاعری کی ابتدا بچپن سے ہوئی۔ پسندیدہ اصنافِ سخن میں حمد، نعت، غزل، لمرک، ہائیکو، قطعات، انشائیہ، فکاہیہ مضمون، ڈرامہ وغیرہ شامل ہیں۔ ''ارمغانِ ابتسام'' کے نام سے ایک طنز و مزاح پر مبنی دو ماہی برقی مجلّہ بھی جاری کر رکھا ہے۔شاعری کی بہت سی برقی کتابیں شائع ہو چکی ہیں، جن میں جہانِ دگر، اور بارش ہو، ڈنکے کی چوٹ، ڈھول کا پول، زبان درازیاں، کھری کھری، دگڑ دگڑ وغیرہ شامل ہیں۔

ای میل nzkiani@gmail.com

حمد باری تعالیٰ

دستِ ایماں دے دیا جب سے خدا کے ہاتھ میں
ڈال دی ہے اپنی ہر الجھن دعا کے ہاتھ میں

دیکھ کر حیرت نہیں کہ ''اِنَّکَ اَنتَ الوَہاب''
خیر کی سوغات اربابِ خطا کے ہاتھ میں

جب کبھی تاریکیوں میں ڈوبتے دیکھا ہمیں
نور اپنا دھر دیا طشتِ حرا کے ہاتھ میں

رنگ و بو کے قافلے فصلِ ازل کا فیض ہیں
آج بھی ہے نکہتِ تازہ صبا کے ہاتھ میں

سب دلوں کی دھڑکنیں تا حشر اُس کے نام پر
سب مکان و لامکاں اُس کی رضا کے ہاتھ میں

جس کی سانسوں میں بسی اسمِ مقدس کی مہک
ہاتھ آ سکتا نہیں اُس کا قضا کے ہاتھ میں

ایسی آوازوں کو مارِ وقت کیا مارے گا ڈنک
جا چکیں جو منبعِ حمد و ثنا کے ہاتھ میں

حبسِ تن میں بھی یہ روشن تھا خدا کے فضل سے
سو تھما آئے چراغِ جاں ہوا کے ہاتھ میں

اے خدا تو ہی بچا قزاق ہائے وقت سے
اب زمامِ کارواں ہو ناخدا کے ہاتھ میں

غزل

روز جائے کون
دے کرائے کون

جب تنی ہو گن
دے گارائے کون

باس ہے تو ہو
دُم ہلائے کون

عصرِ ڈھیٹ میں
شائے شائے کون

پھر سے کہہ صنم!
میں برائے کون؟

موجِ عشق میں
چمن چڑھائے کون

کس کے نام ہو
اور پٹائے کون

چھوڑا ہے کرنٹ
بیل بجائے کون

بھونکے دیکھ کر
کانوائے کون

شعر کہتا ہے
پی کے چائے کون

ٹکڑوں سے ظفرؔ
چوہدرائے کون

غزل

اعزاء کی اِک بھیڑ ہے لیکن جب بھی تھکے ہیں
اپنے آپ سے ٹیک لگا کر ہی بیٹھے ہیں

تیری یاد کے سینے سے ہی لگے رہیں کیوں
ہم کو اس دنیا میں اور بھی روگ بڑے ہیں

آخر اپنی لاش پہ آہ و زاری کب تک
ہم بھی تو ہیں، روز جئے ہیں، روز مرے ہیں

جن پر تیری میری زیست کا ایندھن پھوٹا
اُن پیڑوں کی شاخوں پر بھی سانپ پلے ہیں

جب تک دھرتی تھام نہ لے، یہ بھول نہ جانا
ساحل کے نزدیک بھنور بھی ہو سکتے ہیں

صحراؤں کو بانجھ سمجھنا ٹھیک نہیں ہے
جب جب ایڑی رگڑی، چشمے پھوٹ بہے ہیں

غفلت نے ایسی بھی نیند سُلایا اکثر
آگ نے دامن راکھ کیا ہے، تب جاگے ہیں

تیرے کاندھوں والی بات کہاں ہے یارا
یوں تو اپنے آپ سے لگ کر بھی روئے ہیں

اک دوجے سے آگے بڑھنے کا ہے جنوں سا
اک بے سمتی ہے اور ہم سب دوڑ رہے ہیں

ہم نے تو ہر ربط کو ظرفِ نازک سمجھا
جن رشتوں نے ٹوٹنا تھا وہ ٹوٹ گئے ہیں

ایک ہمیں ہیں جو تن بہ تقدیر ہیں کیانی
دیوانے تو زنجیریں ہی توڑ چلے ہیں

نیّر جونپوری

نام شاہد الحق شاہد، قلمی نام نیَّر جونپوری، جونپور، اتر پردیش، انڈیا میں رہائش پذیر ہیں۔ ایم اے و فاضلِ دینیات کر رکھا ہے۔ مصروفیات تعلیم و شعر و شاعری ہے۔ آغاز شاعری دورانِ طالب علمی میں ہی کر دیا تھا جو تا حال جاری ہے۔ اِن کے پسندیدہ شاعر احمد فراز، پروین شاکر، منور رانا وغیرہ ہیں۔ استاد با قاعدہ طور پر کوئی نہیں مگر جن سے جو سیکھا انہیں غائبانہ استاد تسلیم کرتا ہوں۔ کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی تاہم ایک مجموعۂ کلام نغمات الاسرار و گلدستہ نعت زیر طبع ہے۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ؎

یارب دعا ہے دولتِ افکار بخش دے
دل کو ہمارے الفتِ سرکار بخش دے

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

کہنے کو زمانے میں مددگار بہت ہیں
پر میرے لیے احمدِ مختار ﷺ بہت ہیں

قرآن بیاں جس کی کرے مدحت و رفعت
اس سیدِ کونین ﷺ کے شہکار بہت ہیں

ہر اِک کا بھروسہ مرے غمخوار تمھیں ﷺ ہو
اس واسطے دیوانے طرف دار بہت ہیں

یثرب میں قدم جب سے پڑے آپ کے آقا ﷺ
اب آب و ہوا اس جا مزیدار بہت ہیں

ہو نظرِ کرم اُن کی ہی بس نعت کہیں ہم
بخشش کے لیے سیدِ ابرار ﷺ بہت ہیں

رب کی ہو عطائیں جو گنہگار پہ اک دن
پھر ہم بھی سدھر جائیں خطاکار بہت ہیں

ہو کر کے خطاؤں پہ شرمسار اے غَیّر
رو رو کے یہی کہنا گنہگار بہت ہیں

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

رندوں پہ عجب کیف ہے سرشار بہت ہیں
ساقی کی عنایت کے طلب گار بہت ہیں

سنگِ درِ جاناں کی فضیلت نہ پوچھیے
نظریں اٹھا کے دیکھو گے بیمار بہت ہیں

ضو بار جس کی ذات سے ہے گوشہ کونین
اس شمع فروزاں سے ضیاء بار بہت ہیں

ان کا یہ تصدق ہے انھیں کا یہ کرم ہے
ان کی زمیں پہ صاحب کردار بہت ہیں

کیا راس کبھی آیا ہے در در کا بھٹکنا
میرے لیے کافی مرے سرکار بہت ہیں

معلوم ہے تجھ کو بھی حقیقت اے فراموش
سچوں کے کم نہیں ہیں طرفدار بہت ہیں

نیّر رہِ نجات سے وہ منحرف ہے کیوں
ہادی سے الگ راہ وہ پرخار بہت ہیں

بکنے کے لیے سامنے آجائے کوئی تو
بازار میں یوسف کے خریدار بہت ہیں

ہے جلوہ گاہ ناز میں ہلچل عجیب سی
بزمِ کرم میں تشنۂ دیدار بہت ہیں

گندے لباس دیکھ کے ٹھوکر نہ مارنا
دھوکہ ہے ، باز رہنا وہ بیدار بہت ہیں

قرآں نے پکارا و رفعنا لک ذکرک
سمجھیں گے وہی جو کہ سمجھ دار بہت ہیں

عروہ نے پلٹ کر کے کہا کفر کے مارو
ان پہ تو نچھاور سرِ بازار بہت ہیں

صدیاں بھی گزر جائیں مگر شانِ نبوت
اس دہر میں آقا کے وفادار بہت ہیں

ہاشم علی خان ہمدم

نام ہاشم علی خان، تخلص ہمدم، تاریخ پیدائش ۷ر جولائی ۱۹۷۳ء کو دنیا میں تشریف لائے۔ تعلیم ایم اے (اردو، انگریزی)، ایجوکیشن، (پی ٹی سی، سی ٹی، بی ایڈ) وغیرہ ہیں۔ درس وتدریس (اردو، انگلش، ایجوکیشن، تربیت کار اساتذہ) سے وابستہ ہیں اور مستقل طور پر ایف جی ڈگری کالج واہ کینٹ میں لیکچرار اردو کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ رہائش خودہ تحصیل حسن ابدال ضلع اٹک، پنجاب، پاکستان میں ہے۔ شاعری ۱۹۹۴ء میں کالج دور سے شروع کی۔ اصناف سخن میں حمد، نعت، سلام، منقبت، غزل، نظم، طنز و مزاح پر طبع آزمائی فرما چکے ہیں۔ مختصر شعری مجموعہ ''موج غزل'' شائع ہو چکا ہے۔ حمد، نعت، منقبت، سلام منتخب دیوان اور غزلیات پر مشتمل ڈیڑھ درجن کتب زیرِ اشاعت ہیں۔ نمائندہ شعر ہے ۔

یہ کس نے مجھ پہ محبت کا دم کیا ہوا ہے
کہ اپنے آپ سے ملنا بھی کم کیا ہوا ہے

ای میل ایڈریس itshamdam@mail.com

غزل

مرے ہم سخن ، مرے ہم زباں ، میں کہاں نہیں ؟ تو کہاں نہیں ؟
کوئی فاصلہ نہیں درمیاں ، میں کہاں نہیں؟ تو کہاں نہیں ؟

کوئی خواب ہے نہ خیال ہے ، نہ یقین ہے نہ گمان ہے
یہ سراب کیا ہے دھواں دھواں ، میں کہاں نہیں؟ تو کہاں نہیں؟

یہ دروں ہے کیا؟ یہ بروں ہے کیا؟ یہ فسوں ہے کیا؟ یہ جنوں ہے کیا؟
ذرا کھول دے یہ یہ طلسم جاں ، میں کہاں نہیں ؟ تو کہاں نہیں؟

وہی سلسلے ،وہی قربتیں ، وہی دھڑکنیں ، وہی رابطے
ہیں پون پون پہ رواں دواں ، میں کہاں نہیں ؟ تو کہاں نہیں؟

تو جدھر جدھر ، میں ادھر ادھر ، تو جہاں جہاں ، میں وہاں وہاں
وہ زمین ہو کہ ہو آسماں ، میں کہاں نہیں ؟ تو کہاں نہیں؟

یہ جو روشنی کا ظہور ہے ، مرے رنگ میں ترا نور ہے
یہ ہے مہر و ماہ کی کہکشاں ، میں کہاں نہیں؟ تو کہاں نہیں؟

تو شجر شجر ، میں نگر نگر ، کبھی میرے گھر ، کبھی تیرے گھر
ترا آشیاں ، مرا آشیاں ، میں کہاں نہیں؟ تو کہاں نہیں؟

کبھی اس گلی ، کبھی اس گلی ، ترے شہر میں ، مرے شہر میں
وہی بام ہیں ، وہی کھڑکیاں ، میں کہاں نہیں ؟ تو کہاں نہیں؟

مرا جسم ہے ، تری جان ہے ، اسی ربط میں ہی امان ہے
یہ جو تھم نہیں رہیں ہچکیاں ، میں کہاں نہیں؟ تو کہاں نہیں؟

ترے رنگ سے مرا روپ ہے، تری چھاؤں سے مری دھوپ ہے
یہ محبتوں کی ہیں وادیاں ، میں کہاں نہیں؟ تو کہاں نہیں؟

تجھے ڈھونڈتا ہوں کہاں کہاں ؟ تجھے دیکھتا ہوں کہاں کہاں؟
میں جہاں جہاں ، تو وہاں وہاں ، میں کہاں نہیں؟ تو کہاں نہیں؟

سرِ آئنہ ترا رنگ ہے ، پسِ آئنہ مرا زنگ ہے
کبھی میں عیاں ، کبھی تو عیاں ، میں کہاں نہیں ؟ تو کہاں نہیں؟

مری زندگی کا چراغ ہے ، تری زندگی کا سراغ ہے
میں سرورِ دل ، تو وفورِ جاں ، میں کہاں نہیں؟ تو کہاں نہیں؟

وہی راستے ، وہی فاصلے ، وہی ہجرتیں، وہی منزلیں
ہمیں جانتا ہے یہ کارواں ، میں کہاں نہیں؟ تو کہاں نہیں؟

وہی مے کدہ ، وہی شام ہے ، وہی اک نشہ ، وہی جام ہے
وہی شوخیاں، وہی مستیاں، میں کہاں نہیں؟ تو کہاں نہیں؟

یہی کج رووں کا قصور ہے ، یہی حاسدوں کا فتور ہے
نہیں جانتے یہ فلاں فلاں ، میں کہاں نہیں؟ تو کہاں نہیں؟

یہ سرائے شام کی محفلیں ترے دم سے ہیں ترے نام سے
مرے ہم نشیں ، مرے مہرباں، میں کہاں نہیں؟ تو کہاں نہیں؟

یہ جو ہم سے دم کا وجود ہے ، یہ سپردگی کی نمود ہے
سو سمیٹتے ہیں یہ داستاں ، میں کہاں نہیں ؟ تو کہاں نہیں؟

کبھی سنگ غالبؔ خستہ جاں ، کبھی آستانۂ میر پر
رہے ہم بھی ہمدم رفتگاں ، میں کہاں نہیں؟ تو کہاں نہیں؟

غزل

آئنہ ہے تیرا واصف اور میں ہوں انجان
دنیا تیرے حال سے واقف اور میں ہوں انجان

اندر کیا ہے ؟ باہر کیا ہے ؟ صحرا اور سمندر کیا ہے ؟
کھلنے لگے ہیں کتنے معارف اور میں ہوں انجان

میری مٹی ، میرا گارا حرف کن سے گوندھا ہے
میرا مولا میرا عارف اور میں ہوں انجان

میرا کیس محبت ٹھہرا ، کون وکالت کرتا ہے ؟
کیسی گواہی ؟ کیسا منصف ؟ اور میں ہوں انجان

سب کا ساتھ نبھانے والا ، اپنا آپ گنوانے والا
میرا ہے ہم زاد مخالف اور میں ہوں انجان

مجھ کو پیار سے دیکھنے والے، میری صورت پوجنے والے
گزری کہانی ہو گئے سالف اور میں ہوں انجان

عین و شین و قاف کا مطلب تو نے کیسے حفظ کیا؟
تجھ کو یاد ہیں کتنے صحائف اور میں ہوں انجان

رمز، کنایہ، ایما سمجھے، بھاؤ تاؤ، رقص کرے
دل کی خواہش ایک طوائف اور میں ہوں انجان

خوابوں کا بازار سجا ہے، شہرِ سخن میں آن پڑا ہے
بکھرے پڑے ہیں کتنے لطائف اور میں ہوں انجان

بازی اسم پلٹ سکتا ہے، غم کا بادل چھٹ سکتا ہے
پڑھنے کو ہیں لاکھ وظائف اور میں ہوں انجان

غور سے چہرہ پڑھتا جائے، دل کی باتیں لکھتا جائے
ایسا بھی ہے کوئی مصنف اور میں ہوں انجان

دھوپ نگر میں گھٹ جاتا ہے، پیچھے پیچھے چل پڑتا ہے
سایہ ہے سورج سے خائف اور میں ہوں انجان

دست و نطق پہ سنگ پڑے ہیں، جاہل چاروں سمت کھڑے ہیں
شہر ہوا ہے گویا طائف اور میں ہوں انجان

شاہِ سخن ہوں ، میری کنیزیں ، میری غزلیں ہیں ہمدم
شعر ہوئے ہیں میرے کوائف اور میں ہوں انجان

مشتری ہوشیار باش

کتاب کا نام	موجِ غزل کتابی سلسلہ نمبر ۱۷۲۔
تدوین و تصنیف	نوید ظفر کیانی۔
وضاحت	فیس بک عالمی ادبی گروپ موجِ غزل کے "پابند حرفی ردیف" رنگ کے تحت منعقدہ مشاعرہ نمبر ۱۷۲ بتاریخ ۳ راگست ۲۰۱۹ء پر مبنی برقی کتاب، جو حروفِ تہجی میں حرف "ن" پر منعقد کیا گیا۔ شعراء کی فہرست اُن کے ناموں کی "حروفِ تہجی" کی ترتیب سے مرتب کی گئی ہے۔
کاپی رائٹ	جملہ حقوق بحق منتظمینِ موجِ غزل محفوظ۔
اجازت	اس کتاب کو حوالہ جات یا غیر کاروباری نقطۂ نظر سے استعمال کیا جا سکتا ہے یا اس کا اشتراک کیا جا سکتا ہے تاہم اس میں کسی قسم کی کانٹ چھانٹ یا اس کی شکل تبدیل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس کے لئے گروپ منتظم کی پیشگی اجازت ضروری ہے۔
منتظمین	ہاشم علی خان ہمدم، نوید ظفر کیانی، روبینہ شاہین بینا، قدسیہ ظہور، نادیہ سحر۔
صفحات	۲۱۲
سال اشاعت	۲۰۱۹ء
پبلشر	مکتبۂ ارمغانِ ابتسام۔
ویب سائٹ	http://archive.org/details/@nzkiani
فیس بک	http://www.facebook.com/groups/1736109056634616
برقی ڈاک	mudeer.ai.new@gmail.com

موجِ غزل کے ماہانہ پروگرام

مکتبۂ ارمغانِ ابتسام